فہرست

لمعات:(معاشی انقلاب)	ادارہ	3
قرآن مجید کے خلاف گہری سازش (آخری قسط)	غلام احمد پرویزؒ	5
رزقِ خداوندی کی جائز تقسیم	خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی	20
سائنسی ایجادات قرآن کریم کی روشنی میں	سید عادل علی	29
آدم اور فرشتوں کی کہانی (بچوں کا صفحہ)	عارف کسانہ، سویڈن	32

ENGLISH SECTION

Mao Zedong and The Qur'an
By G.A. Parwez,
English Rendering by
Iqbal Muhammad & Brig. Taimur Afzal Khan (Retd) 1
SATISFIED CONSUMER --- PROSPEROUS SOCIETY
By Shahid Mahmood Butt 21

طلوعِ اسلام کا لٹریچر یہاں سے دستیاب ہے

نیچے درج کئے گئے کتب خانوں سے طلوعِ اسلام ٹرسٹ کی تمام کتب، دروس القرآن کی تمام جلدیں، اسلامی کتابیں اور لائبریری کے لئے تمام موضوعات پر ہمہ قسم کتب رعایتی نرخوں پر خریدنے کے لئے تشریف لائیں۔

1- کلاسک بک سیلرز، 42 دی مال (ریگل چوک) لاہور۔ فون: 042-37312977، موبائل: 0300-4442226

2- سانجھ بک سیلرز، بک اسٹریٹ 46/2، مزنگ روڈ، لاہور۔ موبائل: 0333-4051741

3- مسٹر بکس، بک سیلرز، سپر مارکیٹ، اسلام آباد۔ فون: 051-2824805-2278843

4- البلال بک ڈپو، اردو بازار، کراچی۔ موبائل: 0344-2502141

5- شہباز بک ایجنسی، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32632664

6- مذہبی کتب خانہ، اردو بازار، کراچی۔ موبائل: 0331-2716587

7- شاہ زیب انٹر پرائزز، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32214259

8- علمی کتاب گھر، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32628939

9- مکتبہ دارالسلام، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32212269

10- محمد سلیم، قرآن سینٹر، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32210770

11- محمد علی، کارخانہ اسلامی کتب، اردو بازار، کراچی۔ فون: 021-32631056

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لمعات

معاشی انقلاب

اس وقت' امریکہ' اسرائیل' اور بھارت کا جو محور (Axis) پاکستان کو بری طرح اپنے گھیرے میں لئے جا رہا ہے یہ صورت حالات بڑی تشویش انگیز ہے' اور ذمہ دار حضرات اس کے مداوا کے لئے مختلف تدابیر سوچ رہے ہوں گے لیکن جہاں تک ہم غور کر سکتے ہیں اس کا ایک ہی توڑ ہے اور وہ یہ کہ پاکستان میں بلا مزید تاخیر وہ معاشی نظام رائج کر دیا جائے جسے قرآن ان مصائب و مشکلات کا واحد حل قرار دیتا ہے۔ اس ضمن میں علامہ اقبال نے اپنے 28 مئی 1937ء کے خط میں قائداعظم کو لکھا تھا کہ:

> شریعت اسلامی کے طویل اور گہرے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اگر اس نظام کو اچھی طرح سمجھا جائے اور اس پر عمل کیا جائے تو اس کی رو سے ہر فرد مملکت کو اس کے رزق کی ضمانت (مملکت کی طرف سے) مل جاتی ہے...... اسلام کے لئے معاشی جمہوریت (یعنی رزق کے سرچشموں کا عوام کے لئے عام ہو جانا)...... کوئی انقلاب نہیں ہوگا بلکہ حقیقی اور خالص اسلام کی طرف مراجعت ہوگی۔

اور قائداعظم نے اپنی آخری تقریر میں (جو انہوں نے یکم جولائی 1948ء کو' اسٹیٹ بینک کے افتتاح کے موقع پر کی تھی) فرمایا تھا کہ:

> مغرب کے معاشی نظام نے نوع انسانی کے لئے لاینحل مسائل پیدا کر دیئے ہیں...... اس نظام کی رو سے ہم اپنا نصب العین' یعنی عوام کی مرفہ الحالی اور اطمینان' کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ لہٰذا ہمیں اپنا راستہ آپ تراشنا چاہئے اور دنیا کے سامنے وہ نظام پیش کرنا چاہئے جو اسلام کے' نوع انسانی کی مساوات اور عدل عمرانی کے تصور پر مبنی ہو۔

یہ الفاظ کہ اسلام اپنا مخصوص معاشی نظام رکھتا ہے' ہم یہاں برسوں سے مختلف زبانوں سے سنتے چلے آ رہے ہیں لیکن وہ نظام درحقیقت ہے کیا۔ اس کے متعلق آج تک کسی نے کچھ نہیں بتایا۔ طلوع اسلام ایک عرصہ سے اس نظام کو پیش کرتا چلا آ رہا ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ قرآن کی رو سے ہر فرد کی بنیادی ضروریات زندگی اور اس کی ذات کی مضمر صلاحیتوں کی نشوونما کا سامان

بہم پہنچانا مملکت کا بنیادی فریضہ ہے۔ اگر کوئی مملکت اس ذمہ داری کو اپنا فریضہ نہیں سمجھتی یا اس فریضہ کی ادائیگی نہیں کرتی تو وہ مملکت کبھی اسلامی نہیں ہوسکتی۔ اس لئے کہ اسلامی مملکت وہی ہوسکتی ہے جس کے کاروبار میں صفات خداوندی منعکس ہو رہی ہوں اور ان صفات میں سب سے پہلی اور بنیادی صفت' رب العالمینی کی صفت ہے یعنی تمام نوع انسانی کی ربوبیت۔ اس میں انسان کے جسم اور اس کی ذات دونوں کے تقاضوں کا پورا کیا جانا ضروری ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایک مملکت اس اہم فریضہ سے اسی صورت میں عہدہ برآ ہوسکتی ہے جب رزق کے سرچشمے افراد کی ملکیت کے بجائے ملت کی مشترکہ تحویل میں رہیں۔

ہم اس حقیقت کو برسوں سے دہرائے جا رہے ہیں لیکن ارباب اقتدار اور مذہب پرست طبقہ دونوں کی طرف سے اس کی مخالفت ہو رہی ہے۔ ارباب اقتدار کی طرف سے اس لئے کہ اس سے خود ان کے مفاد پر زد پڑتی ہے اور مذہب پرست طبقہ کی طرف سے اس لئے کہ وہ اس مذہب کا علمبردار ہے جو ہمارے دور ملوکیت میں وضع ہوا تھا (اور جو اس دین کی نقیض ہے جسے نبی اکرمؐ نے خدا سے لے کر دنیا کو دیا تھا) اور اس کے اپنے مفاد خود اس سرمایہ دار طبقہ سے وابستہ ہیں۔ لیکن ہم اس حقیقت کو ایک مرتبہ پھر دہرا دینا چاہتے ہیں کہ اگر پہلے اس کی ضرورت شدید تھی تو اب اشد ہے کہ اس قرآنی نظام کو یہاں بلا مزید تاخیر جاری کر دیا جائے ورنہ' موجودہ نظام کے ماتحت یہاں عوام کی جو حالت ہو رہی ہے وہ سیلاب بلا کے لئے خود دعوت بن جایا کرتی ہے امریکہ' اسرائیل اور ہندوستان کے مشؤم عزائم کا یہی ایک توڑ ہے۔

بہ ملازمانِ سلطاں خبرے دہم زرازے
کہ جہاں تواں گرفتن بہ نوائے دل نوازے

قرآنی نظام ربوبیت ہی وہ ''نوائے استوار'' ہے جس سے ہم دلوں کی تسخیر کر سکتے ہیں۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

ایک عظیم قرآنی خزانہ

قرآن مجید پر غور و فکر کرنے والوں کے لئے خوشخبری

مفکرِ قرآنِ مجید علامہ پرویزؒ صاحب کی زندگی بھر کی قرآنی بصیرت کو دیکھا اور سنا جاسکتا ہے۔

WWW.QURANBREEZE.COM, WWW.TOLUISLAM.COM

سی ڈی اور کتب کی خریداری

☆ بیرون ملک bazmdenmark@gmail.com, PDF.EBOOK

☆ اندرون ملک' فون: 35753666 42 92+' ای میل: trust@toluislam.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غلام احمد پرویز

ذَالِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ

قرآنِ مجید کے خلاف گہری سازش

جو ہماری تباہیوں کا بنیادی سبب ہے

(گذشتہ سے پیوستہ)

حدیث پرکھنے کا معیار

یہ حضرات عام طور پر' کہتے ہیں کہ ہم اسی حدیث کو صحیح مانتے ہیں جو قرآنِ کریم کے مطابق ہو لیکن یہ بھی صحیح نہیں۔ ماہنامہ ''فکرونظر'' کی دسمبر 1965ء کی اشاعت میں لکھا گیا کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

> جب کوئی حدیث میری نسبت بیان کی جائے تو اس کا مقابلہ کتاب اللہ سے کرو۔ اگر قرآن کے حکم کے مطابق ہو تو قبول کرو ورنہ اسے چھوڑ دو۔

اس پر جماعتِ اہلِ حدیث کے ترجمان الاعتصام (لاہور) نے سخت احتجاج کیا اور اپنی 23 جنوری 1970ء کی اشاعت میں لکھا:

> واضح رہے کہ یہ بات جو مقالہ نگار نے لکھی ہے جتنی بڑی شہرت پذیر ہے' اسی قدر یہ بڑا جھوٹ ہے جو رسول اللہ ﷺ کے ذمے لگایا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جس زمانے میں یہ روایت گھڑ کر رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کی گئی' اسی دور میں ماہرینِ فنِ حدیث ائمہ کرامؒ نے بانگِ دہل اعلان کر دیا تھا کہ یہ ہرگز ہرگز فرمانِ رسول نہیں بلکہ یہ عبارت زنادقہ (گمراہ لوگوں) کی وضع کردہ ہے۔ چنانچہ چوتھی صدی کے نامور فقیہہ و محدث امام خطابیؒ نے تصریح فرمائی ہے۔

(تذکرۃ الموضوعات للفتنی۔ص 28'
ومولانا عبدالحی لکھنوی حنفی کی نفر الامانی' ص 267'
نیز جامع بیان العلم لابن عبدالبر' جلد 2' ص 191)۔

بات واضح ہے۔ یعنی جب، ان حضرات کے عقیدہ کی رو سے، حدیث قرآن کو منسوخ کرسکتی ہے تو اس کے مطابقِ قرآن ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

روایات کی رو سے قرآن کی تفسیر

حدیث کی اسی حیثیت کی رو سے، یہ ضروری قرار دیا جاتا ہے کہ قرآنِ کریم کو بھی احادیث کی رو سے ہی سمجھا جاسکتا ہے۔ یعنی آیاتِ قرآنی کی وہی تفسیر صحیح تسلیم کی جائے گی جو احادیث کے مطابق ہو۔ اس سلسلے میں ہم بیسیوں روایات پیش کر سکتے تھے جن سے معلوم ہو جاتا۔۔۔ کہ روایات کس قسم کی تفسیر پیش کرتی ہیں۔ ہم صرف دو ایک مثالوں پر اکتفا کرتے ہیں۔

1- قرآنِ کریم میں شرح و بسط سے بتایا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تنگ کیا کرتے تھے۔ ان واقعات کو سامنے لا کر اللہ تعالیٰ نے جماعتِ مومنین سے کہا کہ تم بنی اسرائیل کی طرح نہ ہو جانا جنہوں نے (حضرت) موسیٰؑ کو اس قدر تنگ کیا تھا۔ قرآنِ کریم کی اس آیت کی تفسیر میں بخاری شریف میں حسبِ ذیل روایت آئی ہے۔

> حضرت ابوہریرہؓ نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ بنی اسرائیل برہنہ غسل کرتے تھے۔ ایک، دوسرے کی طرف دیکھتا جاتا تھا اور موسیٰ علیہ السلام تنہا غسل کیا کرتے تھے...... تو بنی اسرائیل نے کہا کہ واللہ موسیٰؑ کو ہم لوگوں کے ہمراہ غسل کرنے سے سوا اس کے کچھ مانع نہیں کہ وہ فتق میں مبتلا ہیں۔ اتفاق سے ایک دن موسیٰؑ غسل کرنے لگے اور اپنا لباس پتھر پر رکھ دیا۔ وہ پتھر ان کا لباس لے بھاگا اور حضرتِ موسیٰؑ بھی اس کے تعاقب میں، یہ کہتے ہوئے دوڑے کہ ''ثوبی یا حجر، ثوبی یا حجر۔'' اے پتھر! میرے کپڑے دے دے، اے پتھر! میرے کپڑے دے دے۔ یہاں تک کہ بنی اسرائیل نے موسیٰؑ کی طرف دیکھ لیا اور کہا کہ موسیٰؑ کو کچھ بیماری نہیں ہے...... (اور پتھر ٹھہر گیا) موسیٰؑ نے اپنا لباس لے لیا اور پتھر کو مارنے لگے۔ ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ خدا کی قسم (حضرتِ موسیٰؑ کی مار سے) اس پر چھ یا سات نشان (اب تک باقی) ہیں۔

(بخاری، جلد اول، اردو ترجمہ، ص 76)

2- قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ کے متعلق ہے۔۔۔ **ھو الاول والاخر (57:3)**- یعنی خدا زمان (Time) کی قیود سے ماوراء ہے۔ یہ ایسی صاف اور واضح بات ہے جس کے سمجھنے میں کسی قسم کی دشواری نہیں۔۔۔ وہی اول وہی آخر

ہے۔۔۔لیکن حدیث کی کتاب ترمذی میں حضرتِ عباسؓ کی ایک روایت ہے جس میں کہا گیا ہے کہ:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک اکہتر (71) یا بہتر (72) یا تہتر (73) سال کی راہ ہے اور سات آسمان ہیں جن میں سے ہر ایک سے دوسرے کا فاصلہ اسی قدر ہے۔۔۔ساتویں آسمان کے اوپر ایک سمندر ہے جس کی گہرائی بھی اتنی ہی ہے۔اس کے اوپر سات پہاڑی بکرے ہیں جن کے کھروں سے گھٹنوں تک اسی قدر فاصلہ ہے۔ان بکروں کی پشت پر عرش ہے جس کی موٹائی اسی قدر ہے۔

یہ غالباً قرآن کریم کی اس آیت کی بھی تفسیر ہے جس میں کہا گیا ہے کہ: **کانا عرشه علی الماء (11:7)**- یہ آیت ایک عظیم حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے۔قرآنِ مجید میں ہے۔**جعلنا من الماء کل شئ حی (21:30)**- ''ہم نے ہر زندہ چیز کو پانی سے بنایا''یعنی پانی مدارِ حیات ہے۔اس کے بغیر زندگی کا امکان نہیں۔اور عرش کے معنیٰ اقتدار کے ہیں۔ لہٰذا' آیت کا مطلب یہ ہوا کہ زندگی کی اساس و بنیاد پر خدا کا کنٹرول ہے۔آپ آیت کے اس مفہوم کو دیکھئے اور اس کے بعد اس روایت کو جو اوپر درج کی گئی ہے اور پھر فیصلہ کیجئے کہ کیا اس تفسیر کو کسی صورت میں بھی نبی اکرم ﷺ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے؟ لیکن جو ایسا کہے' اسے منکرِ حدیث اور نہ جانے کیا کیا قرار دیا جاتا ہے۔

3- ایک اور مثال ملاحظہ فرمائیے۔سورۂ حجر میں ہے:

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَأْخِرِيْنَ ○وَاِنَّ رَبَّکَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ اِنَّهٗ حَکِيْمٌ عَلِيْمٌ(15:24-25)-

اور ہم اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی جانتے ہیں اور تیرا رب انہیں اکٹھا کرے گا۔وہ حکمت والا علم والا ہے۔

اکٹھا کرنے کے ضمن میں دوسری جگہ کہا ہے:

لَمَجْمُوعُونَ اِلَی مِيْقَاتِ يَوْمٍ مَّعْلُومٍ(56:51)-

یعنی پہلے اور پچھلے متعین دن کی میعاد پر جمع کئے جائیں گے۔

آیت کا مفہوم بالکل واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو پہلے ہو گزرے ہیں اور انہیں جو آنے والے ہیں' میدانِ حشر میں جمع کرے گا۔اب یہ دیکھئے کہ روایات کی رو سے ان آیات کی تفسیر کیا ہے۔جامع ترمذی میں حضرت ابنِ عباسؓ کی روایت

ہے کہ:

ایک حسین ترین عورت مسجد میں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے نماز پڑھنے آیا کرتی تھی۔ صحابہؓ میں سے کچھ لوگ تو آگے کی صف میں بڑھ جاتے تھے تاکہ اسے نہ دیکھیں۔ لیکن کچھ لوگ پیچھے کی صف میں شریک ہوتے تھے اور رکوع کی حالت میں بغل کے نیچے کی طرف سے اسے جھانکتے رہتے تھے اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ ہم تم میں سے اگلوں کو بھی جانتے ہیں اور پچھلوں کو بھی۔

ہم ان روایات پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں سمجھتے۔ کہنا صرف یہ چاہتے ہیں کہ یہ جو کہا جاتا ہے قرآنِ کریم کی وہی تفسیر صحیح ہے جو روایات میں بیان کی گئی ہے' آپ کو اندازہ ہو جائے کہ وہ تفسیر کس قسم کی ہے۔ آپ سوچئے کہ ان روایات کو کسی صورت میں بھی رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب کیا جا سکتا ہے لیکن یہ ان کتبِ احادیث کی روایات ہیں جنہیں مسلمہ طور پر صحیح تسلیم کیا جاتا ہے اور جن کے متعلق عقیدہ یہ ہے کہ انہیں بھی جبرائیلِ امین' قرآن کی طرح' خدا کی طرف سے لے کر نازل ہوتے تھے۔

اس مقام پر آپ کے دل میں یہ خیال ابھرتا ہوگا کہ اس قسم کی حدیثوں کو (جو اپنی زبان سے اعلان کرتی ہیں کہ وہ وضعی ہیں۔ وہ حضور ﷺ کے ارشادات نہیں ہو سکتے) ان کتابوں میں کیوں رہنے دیا جا رہا ہے اور انہیں کیوں احادیثِ نبوی ﷺ تسلیم کیا جاتا ہے؟ یہ سوال بڑا اہم ہے اور اس کی وجہ غور سے سمجھنے کے قابل۔

احادیث کو وحی قرار دینے والوں میں ایک گروہ (اہل حدیث کا) وہ ہے جس کا عقیدہ یہ ہے کہ (کم از کم) بخاریؔ اور مسلمؔ کی تمام حدیثیں صحیح ہیں اور ان میں سے کسی ایک کا انکار بھی انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتا ہے۔ اس وقت ہم ان کے اس عقیدہ سے بحث نہیں کرنا چاہتے۔ کہنا صرف یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ہاں اس کی گنجائش نہیں کہ جس حدیث کو چاہے صحیح قرار دے دیں اور جسے چاہے غلط یا وضعی قرار دی دے کر اسے مسترد کر دیں۔ اصل یہ ہے کہ' صرف اہلِ حدیث ہی نہیں' باقی فرقوں کے ہاں بھی یہ عقیدہ ہے کہ احادیث کے مختلف مجموعوں میں جس قدر احادیث ہیں ان کی چھان پھٹک پہلے سے ہو چکی ہے اور ان میں اب مزید تنقید وتفحص کی گنجائش نہیں۔ ان مجموعوں میں جن احادیث کو صحیح قرار دیا جا چکا ہے وہ صحیح ہیں' جنہیں ضعیف قرار دیا گیا ہے' وہ ضعیف ہیں۔

لیکن مودودیؔ صاحب کا مسلک ان سب سے الگ ہے۔ وہ احادیث کی اس تقسیم وتفریق کو' جو پہلے سے چلی

آ رہی ہے' قابلِ قبول تسلیم نہیں کرتے۔ وہ کہتے ہیں کہ:

اصل واقعہ یہ ہے کہ کوئی روایت جو رسول اللہ ﷺ کی طرف منسوب ہو اس کی نسبت کا صحیح و معتبر ہونا بجائے خود زیرِ بحث ہوتا ہے۔ آپ (یعنی معتقدین حدیث) کے نزدیک ہر اس روایت کو حدیثِ رسول مان لینا ضروری ہے جسے محدثین سند کے اعتبار سے صحیح قرار دیں لیکن ہمارے نزدیک یہ ضروری نہیں۔ ہم سند کی صحت کو حدیث کے صحیح ہونے کی لازمی دلیل نہیں سمجھتے۔

(رسائل ومسائل' حصہ اول' ستمبر 1951ء ایڈیشن۔ص 290)

مزاج شناسِ رسول

اس کے بعد سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مودودی صاحب کے نزدیک' حدیث کے صحیح یا غلط ہونے کا معیار کیا ہے۔ سنئے اور غور سے سنئے ......فرماتے ہیں:

جس شخص کو اللہ تعالیٰ تفقہ کی نعمت سے سرفراز فرماتا ہے اس کے اندر قرآن اور سیرتِ رسول ﷺ کے غائر مطالعہ سے ایک خاص ذوق پیدا ہو جاتا ہے جس کی کیفیت بالکل ایسی ہوتی ہے جیسے ایک پرانے جوہری کی بصیرت' کہ وہ جواہر کی نازک سے نازک خصوصیات تک کو پرکھ لیتی ہے...... جو شخص اسلام کے مزاج کو سمجھتا ہے اور جس نے کثرت کے ساتھ کتاب اللہ وسنتِ رسول اللہ ﷺ کا مطالعہ کیا ہوتا ہے۔ وہ نبی اکرم ﷺ کا ایسا مزاج شناس ہو جاتا ہے کہ روایات کو دیکھ کر خود بخود اس کی بصیرت اسے بتا دیتی ہے کہ ان میں سے کون سا قول یا کونسا فعل میرے سرکار کا ہو سکتا ہے۔...... یہی نہیں بلکہ جن مسائل میں اس کو قرآن وسنت سے کوئی چیز نہیں ملتی ان میں بھی وہ کہہ سکتا ہے کہ اگر نبی ﷺ کے سامنے فلاں مسئلہ پیش آتا تو آپ اس کا فیصلہ یوں فرماتے۔

(تفہیمات' حصہ اول' ص 324-323)

یعنی مودودی صاحب کے نزدیک' احادیث کے پرکھنے کا کوئی خارجی معیار نہیں۔ اس کا فیصلہ مزاج شناسِ رسول ﷺ کی نگہ بصیرت پر موقوف ہے۔ جسے وہ صحیح کہہ دے' وہ صحیح۔ جسے وہ غلط قرار دے دے' وہ غلط! ......مودودی صاحب کے متبعین انہیں امام مالکؒ۔ امام حنبلؒ اور امام ابن تیمیہؒ کا ہم پایہ' اللہ کا شاہکار اور دورِ حاضر کا عظیم ترین انسان قرار دیتے ہیں۔ اس لئے ظاہر ہے کہ ان کے سوا مزاج شناسِ رسول ﷺ کون ہو سکتا ہے؟ وہ مودودی صاحب کو مزاج شناسِ رسول ﷺ قرار

دیتے ہیں۔

اس سے آپ دیکھ لیجئے کہ مودودی صاحب نے اپنے لئے کس قدر گنجائش پیدا کر لی۔۔۔کہ جس حدیث کو وہ اپنے مفیدِ مطلب سمجھیں اسے قولِ رسول اللہ ﷺ قرار دے کر' وحی خداوندی اور سند اور حجت قرار دے دیں۔ جسے اپنے مقصد کے خلاف سمجھیں اسے مسترد کر دیں۔ اس کے بعد دیکھئے کہ وہ اپنے اس مسلک سے کس قدر فائدہ اٹھاتے ہیں۔

انہوں نے جب جماعتِ اسلامی کی بنیاد رکھی تو ملک کے بعض اربابِ علم و فضل نے بھی اس میں شمولیت اختیار کر لی۔ تشکیلِ پاکستان کے بعد انہوں نے اپنے مسلک میں تبدیلی کی۔ حصولِ اقتدار کو اپنا مقصود قرار دیا' اور جائز و ناجائز جو کچھ حصولِ اقتدار کے لئے کرنا پڑتا ہے' وہ کرنا شروع کر دیا۔ اس پر ان کی جماعت کے ممتاز ترین ارکان نے صدائے احتجاج بلند کی اور کہا کہ جماعت سازی کے زمانے میں آپ جو بلند و بالا اصول پیش کیا کرتے تھے' اب آپ ان اصولوں کی خلاف ورزی کرتے ہیں اور کذب و افترا تک سے بھی گریز نہیں کرتے۔ آپ کو معلوم ہے کہ ان اعتراضات کے جواب میں انہوں نے کیا کہا؟ انہوں نے کہا کہ اگر میں نے اصول شکنی کی ہے اور کذب و افترا سے کام لیا ہے' تو کونسا خلافِ اسلام کام کیا ہے۔ (معاذ اللہ۔ صد بار معاذ اللہ) خود رسول اللہ ﷺ بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے۔ مثلاً:

> اسلامی نظام کے اصولوں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ تمام نسلی اور قبائلی امتیازات کو ختم کر کے اس برادری میں شامل ہونے والے سب لوگوں کو یکساں حقوق دیئے جائیں اور تقویٰ کے سوا فرقِ مراتب کی کوئی بنیاد نہ رہنے دی جائے۔ اس چیز کو قرآن مجید میں بھی پیش کیا گیا اور حضور ﷺ نے بھی بار بار نہ صرف زبانِ مبارک سے بیان فرمایا بلکہ عملاً موالی اور غلام زادوں کو امارت کے مناصب دے کر واقعی مساوات قائم کرنے کی کوشش بھی فرمائی۔ 1 لیکن جب پوری مملکت کی فرمانروائی کا مسئلہ سامنے آیا تو آپ نے ہدایت دی کہ: الائمة من قریش۔ ''امام قریش میں سے ہوں۔'' ہر شخص دیکھ سکتا ہے کہ اس خاص معاملہ میں یہ ہدایت' مساوات کے اس عام اصول کے خلاف پڑتی ہے جو کلیہ کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔

(رسائل و مسائل۔ حصہ چہارم۔ ستا ایڈیشن۔ ص 30-329)

''الائمة من قریش'' کی روایت کے وضعی ہونے کے لئے کسی لمبے چوڑے ثبوت کی ضرورت نہیں۔ (جیسا کہ خود مودودی صاحب نے اعتراف کیا ہے) یہ قرآنِ مجید کی اصولی تعلیم کے بھی خلاف ہے اور حضور ﷺ کے اسوۂ حسنہ کے بھی خلاف۔ لیکن چونکہ مودودی صاحب کو اپنی اصول شکنی کو عین مطابقِ اسلام ثابت کرنے کے لئے سند درکار تھی' اس لئے وہ اس

روایت کو بالکل صحیح قرار دیتے ہیں اور اس کا ثبوت! ''مزاج شناسِ رسول'' کی نگۂ بصیرت کا فیصلہ!!

اب ان کے رفقاء کے دوسرے اعتراض کی طرف آیئے۔ یعنی جھوٹ بولنے کے اعتراض کی طرف۔ اس کے جواب میں مودودی صاحب نے فرمایا کہ:

راست بازی اور صداقت شعاری اسلام کے اہم ترین اصولوں میں سے ہے اور جھوٹ اس کی نگاہ میں ایک بدترین برائی ہے لیکن عملی زندگی کی بعض ضرورتیں ایسی ہیں جن کی خاطر جھوٹ کی نہ صرف اجازت ہے بلکہ بعض حالات میں اس کے وجوب تک کا فتویٰ دے دیا گیا ہے۔

اور اس کے بعد (غیرتِ ناموسِ رسالت ﷺ کو بالائے طاق رکھتے ہوئے) دھڑلے سے فرمایا کہ:

کعب بن اشرف کے قتل کے لئے محمد بن مسلمہ کو جب حضور ﷺ نے مامور کیا تو انہوں نے اجازت مانگی کہ اگر کچھ جھوٹ بولنا پڑے تو بول سکتا ہوں؟ حضور ﷺ نے بالفاظِ صریح انہیں اس کی اجازت دی۔

(ترجمان القرآن۔ مئی 1958ء ص 55-54)

ان مثالوں سے آپ بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ حضرات اس قسم کی روایات کو' جو بالبداہت وضعی ثابت ہوتی ہیں' مسترد کیوں نہیں کرتے! یہ روایات ان کی اصول شکنیوں اور دروغ بافیوں کو عین مطابقِ اسلام قرار دینے کے لئے سند کا کام دیتی ہیں۔ میرا جرم یہ ہے کہ میں کہتا ہوں کہ کوئی روایت بھی ہو' اسے قرآنِ مجید کے معیار پر پرکھ لینا چاہئے۔ اگر وہ اس کے مطابق ہو تو اسے صحیح تسلیم کر لینا چاہئے۔ اگر اس کے خلاف جائے تو اسے مسترد کر دینا چاہئے۔ چونکہ اس کے معیار کی رو سے ان حضرات کے لئے اصول شکنیوں اور کذب تراشیوں کی گنجائش نہیں رہتی' اس لئے وہ ڈھنڈورا پیٹتے رہتے ہیں کہ یہ شخص منکرِ حدیث ہے۔ اس کی بات کوئی نہ سنے اور اس ڈھنڈورے کو اس شد و مد سے پیٹتے ہیں کہ قرآنی معیار کی بات اس شور و شغب میں دب کر رہ جاتی ہے۔ باقی رہا یہ کہ اس سے حضور ﷺ نبی اکرم کی سیرت طیبہ کس قدر داغدار ہو کر دنیا کے سامنے آتی ہے تو اس سے انہیں کیا غرض؟

بہرحال' ہم کہہ یہ رہے تھے کہ قرآنِ کریم میں شکوک وشبہات پیدا کرنے اور اسے محرف اور انسانی راہنمائی کے لئے ناقص اور ناکافی قرار دینے کے لئے کیا کیا سازشیں ہوئی ہیں اور ہوتی چلی جا رہی ہیں۔

☆☆☆

باطنی معانی

ہم نے اس وقت تک جو کچھ کہا ہے اس کا تعلق اربابِ شریعت سے ہے یعنی راویانِ حدیث' جامعینِ حدیث محدثین' مفسرین اور فقہا۔ ان کا تعلق شریعت سے ہے۔ دوسرا طبقہ اصحابِ طریقت یعنی صوفیاء کرام کا ہے۔ جنہیں اولیاء اللہ کہہ کر پکارا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم کی تشریح وتفسیر کے متعلق وہ' اربابِ شریعت سے کہیں آگے بڑھ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کے متعلق' متعدد مقامات پر اور نہایت وضاحت سے بتایا کہ یہ لسانِ عربی مبین کی کتاب ہے یعنی اسے نہایت واضح عربی زبان میں نازل کیا گیا ہے۔ اب ظاہر ہے کہ جو کتاب عربی زبان میں نازل کی گئی ہو' وہ اس زبان کی رو ہی سے سمجھی جا سکتی ہے لیکن اربابِ طریقت کا یہ ارشاد ہے کہ اس کتاب کے الفاظ کے جو معانی ہیں' یہ ان کی رو سے نہیں سمجھی جا سکتی۔ ہر لفظ کا ایک باطنی مفہوم ہے جو اس لفظ کے اندر چھپا ہوا ہے اور جو ظاہری علم کی رو سے سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اس کے لئے باطنی آنکھ کی ضرورت ہے۔ باطنی معانی کا عقیدہ یہودیوں نے وضع کیا تھا۔ یہودی تصوف کی سب سے اہم کتاب زھآر میں ہے کہ:

> تورات کی روح درحقیقت اس کے باطنی معنوں میں پوشیدہ ہے۔ انسان ہر مقام پر خدا کا جلوہ دیکھ سکتا ہے' بشرطیکہ وہ تورات کے ان باطنی معانی کا راز پا جائے۔

ان باطنی معانی کے متعلق تاکید تھی کہ ان کا علم' خواص تک محدود رہے۔ عوام ان پر مطلع نہ ہونے پائیں۔ چنانچہ یہودیوں کی روایات کی کتاب مشنآ میں لکھا ہے کہ:

> کتابِ پیدائش کے باطنی معانی کی تعلیم ایک وقت میں ایک سے زیادہ آدمیوں کو نہیں دینی چاہئے اور کتاب حزاقیل کے پہلے باب کی تعلیم تو ایک آدمی کو بھی نہیں دینی چاہئے تاوقتیکہ اس نے مقام ولایت حاصل نہ کرلیا ہو۔

ہمارے اربابِ تصوف نے یہ عقیدہ تو یہودیوں سے لیا لیکن اس کی سند کے لئے اس قسم کی حدیثیں وضع کرلیں کہ:

> حضرتِ ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ سے علم کے دو برتن ملے۔ ایک (علم ظاہری) کو تو میں نے پھیلا دیا ہے لیکن اگر میں دوسرے (علمِ باطنی) کو ظاہر کردوں تو میری رگِ حیات کاٹ دی جائے۔

(بخاری' باب العلم)

یہ باطنی معانی کس قسم کے ہوتے ہیں اس کی توضیح وتشریح کے لئے کئی صفحات درکار ہوں گے۔ ہم صرف ایک مثال پر اکتفا

کرتے ہیں۔ شیخِ اکبر محی الدین ابنِ عربی کو زمرۂ صوفیاء کا سرخیل قرار دیا جاتا ہے۔ وہ ''وحدت الوجود'' کے عقیدہ کے علمبردار ہیں۔ اس عقیدہ کا ملخص یہ ہے کہ انسان اور جملہ کائنات میں سے کوئی شے اپنا وجود نہیں رکھتی۔ یہ سب خدا ہی خدا ہے۔ چنانچہ وہ اپنی مشہور کتاب فصوص الحکم میں لکھتے ہیں کہ:

> فرعون کو ایک طرح سے حق تھا کہ کہے۔ **انا ربکم الاعلیٰ**. کیونکہ وہ ذاتِ حق سے جدا نہ تھا اگرچہ اس کی صورت فرعون کی تھی۔ (معاذ اللہ)!

ان کے بیان کردہ باطنی معانی کی مثال دیکھیے۔ قرآن کریم میں ہے۔ **منھا خلقنکم و فیھا** ...... **(20:55)**- اس کا صاف اور سیدھا ترجمہ یہ ہے کہ ''ہم نے تمہیں اس زمین سے پیدا کیا۔ اسی میں تمہیں لوٹائیں گے اور اسی سے تمہیں بارِ دیگر نکالیں گے۔'' ابنِ عربی اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ:

> ہم سب احدیت سے نکلے تھے۔ فنا ہو کر پھر احدیت میں جا چھپیں گے۔ پھر بقا ملے گی اور پھر دوبارہ نمودار ہوں گے۔

(فصوص الحکم)

یعنی ان کے نزدیک ارض (زمین) کے باطنی معانی ذاتِ خداوندی ہیں۔ اس سے آپ اندازہ لگا لیجئے کہ ان حضرات کے نزدیک قرآن کریم کے الفاظ کے باطنی معانی کس قسم کے ہوتے ہیں۔ ان کا دعویٰ یہ ہے کہ انہیں ان معانی کا علم خدا کی طرف سے براہ راست ملتا ہے۔ اسے وہ علمِ لدنی یا کشف والہام کہہ کر پکارتے ہیں۔ باطنی معانی کی رو سے قرآنِ کریم کو کس طرح مسخ کر دیا جاتا ہے' اس کے متعلق علامہ اقبالؒ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں:

> حقیقت یہ ہے کہ کسی مذہب یا قوم کے دستور العمل وشعار میں باطنی معانی تلاش کرنا یا باطنی مفہوم پیدا کرنا اصل میں اس دستور العمل کو مسخ کر دینا ہے۔ یہ ایک نہایت لطیف (Subtle) طریق تنسیخ کا ہے اور یہ طریق وہی قومیں اختیار یا ایجاد کرسکتی ہیں جن کی فطرت گوسفندی ہو۔ شعرائے عجم میں بیشتر وہ شعراء ہیں جو اپنے فطری میلان کے باعث وجودی فلسفہ کی طرف مائل تھے۔ اسلام سے پہلے بھی ایرانی قوم میں یہ میلانِ طبیعت موجود تھا اور اگرچہ اسلام نے کچھ عرصہ تک اس کا نشو ونما نہ ہونے دیا' تاہم وقت پا کر ایران کا آبائی اور طبعی مذاق اچھی طرح سے ظاہر ہوا یا بالفاظِ دیگر مسلمانوں میں ایک ایسے لٹریچر کی بنیاد پڑی جس کی بناء ''وحدت الوجود'' تھی۔ ان

شعراء نے نہایت عجیب وغریب اور بظاہر دلفریب طریقوں سے شعائرِ اسلام کی تردید و تنسیخ کی ہے۔

(اقبال نامہ۔ جلد اول' ص 35)

اور اسی بنا پر انہوں نے اپنے ایک اور مکتوب میں لکھا تھا:

جہاں تک مجھے علم ہے' فصوص الحکم میں سوائے الحاد و زندقہ کے اور کچھ نہیں۔

(ایضاً' ص 44)

یہ ہے جو۔۔۔ اربابِ طریقت نے قرآنِ مجید کے ساتھ کیا۔

☆☆☆

سورہ توبہ میں ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا إِنَّ كَثِيْراً مِّنَ الأَحْبَارِ وَالرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيْلِ اللّهِ (9:34)-

اے جماعتِ مومنین! یاد رکھو علماء اور مشائخ کی اکثریت ایسی ہے جو لوگوں کا مال ناجائز طریق پر کھا جاتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں جو خدا کی طرف لے جانے والے راستے میں' روک بن کر کھڑے ہوتے ہیں۔

جیسا کہ ہم شروع میں لکھ چکے ہیں' قرآنِ کریم نے (سورہ فاتحہ کے بعد (پہلی سورت کی پہلی آیت میں (الم کے بعد) کہا ہے کہ: **ذٰلک الکتب لاریب فیه. هدی للمتقین.** یعنی یہ وہ کتاب ہے جس میں کسی قسم کے شبہ اور ریب وتشکیک کا شائبہ تک نہیں اور یہ سفرِ حیات میں ان لوگوں کی راہنمائی کرتی ہے جو بلا خوف وخطر اپنی منزلِ مقصود تک پہنچنا چاہیں۔ اس آیہ جلیلہ سے یہ واضح ہے کہ قرآن کریم اسی صورت میں کتابِ ہدایت بن سکتی ہے جب اس کے متعلق یقین کامل ہو کہ اس کا ایک ایک لفظ منزل من اللہ ہے اور جس شکل میں وہ آج ہمارے پاس موجود ہے' رسول اللہ ﷺ نے اسے اسی شکل میں' امت کو دیا تھا۔ اس میں کسی لفظ کا تو ایک طرف' نقطے اور اعراب تک میں' کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوا اور نہ قیامت تک ایسا ہو سکتا ہے' کیونکہ اس کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے رکھا ہے۔ اگر اس حقیقت میں ذرا سا بھی شک پیدا ہو جائے تو قرآن مجید سے ہدایت نہیں مل سکتی۔

اس حقیقت کو سامنے رکھئے اور پھر دیکھئے کہ اس کتاب میں شکوک وشبہات پیدا کرنے کے لئے کیسی منظّم سازش کی گئی ہے۔ جو کچھ ہم نے اس باب میں لکھا ہے' آپ علماء حضرات میں سے کسی سے پوچھ لیجئے کہ سند کے اعتبار سے اس میں کسی قسم کی غلطی ہے؟ اس سازش کی تیکنیک یہ ہے کہ جو کچھ اس باب میں کیا یا کہا گیا' اسے منسوب کر دیا اس ذاتِ گرامی ﷺ کی طرف' جو رسول امین ﷺ تھے اور جنہوں نے منزل من اللہ وحی کا ایک ایک لفظ کامل امانت اور دیانت کے ساتھ' نوعِ انسان تک پہنچا دیا۔ اس سے واضح ہے کہ جو کچھ اس ضمن میں حضور ﷺ کی طرف منسوب کیا جاتا ہے' وہ سب وضعی ہے اور اس سازش کا نتیجہ جس کی طرف میں نے اوپر اشارہ کیا ہے۔

احبار ورہبان

میری عمر کا حصۂ اول شریعت اور طریقت کی انہی وادیوں میں گزرا ہے۔ اس لئے میں اس موضوع کے متعلق جو کچھ کہتا ہوں وہ شنید نہیں' دید ہے اور اسی لئے میں جو کچھ کہتا ہوں سند کے ساتھ کہتا ہوں۔ ان وادیوں سے نکلنے کے بعد' مبداء فیض کی کرم گستری سے مجھے قرآنِ کریم کے سمجھنے کی توفیق عطا ہوئی اور اسی سے مجھ پر یہ حقیقت واشگاف ہوئی کہ۔۔۔ خدا کی طرف لے جانے والے راستے میں احبار ورہبان (علماء اور مشائخ) کس طرح روک بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں؟ غور کیجئے کہ یہ کتنی بڑی ستم ظریفی ہے کہ عوام یہ سمجھتے ہیں کہ یہ حضرات' خدا کی طرف لے جانے والے راستہ کی طرف راہنمائی کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن کہتا ہے کہ یہ اس راستے میں روک بن کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔ میں نے قرآن کریم سے جو بصیرت حاصل کی' اس سے میں نے اپنا یہ فریضہ سمجھا کہ قرآن کریم کو امت کی نگاہوں سے اوجھل کرنے کے لئے جو جو پردے لٹکائے گئے ہیں' میں انہیں ہٹانے کی' امکان بھر کوشش کروں۔ ظاہر ہے کہ احبار ورہبان پر اس قسم کی کوشش بڑی ناگوار گزرتی ہے اور ان کی طرف سے اس کی مخالفت بالکل فطری امر ہے۔ بایں ہمہ' ان میں ایسے خوش بخت حضرات بھی ہو گزرے ہیں جنہیں اس کا احساس ہوا اور انہوں نے اپنی عمر گذشتہ ضائع ہو جانے پر بڑے تاسف کا اظہار کیا۔ مولانا سید محمد انور شاہ (مرحوم) علماء دیوبند میں بلندترین مقام رکھتے تھے۔ ان کی آخری زندگی کا ایک عبرت آموز واقعہ' مفتی محمد شفیع (مرحوم) کی زبانی ماہنامہ میثاق کی نومبر 1975ء کی اشاعت میں شائع ہوا تھا۔ وہ اس قابل ہے کہ اس پر انتہائی تدبر سے غور وفکر کیا جائے۔ وہ لکھتے ہیں:

''ایک اہم واقعہ بھی آپ کے گوش گذار کروں جو اہم بھی ہے اور عبرت خیز بھی۔ قادیان میں ہر

سال ہمارا جلسہ ہوا کرتا تھا اور سیدی حضرت مولانا سید محمد انور شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ بھی اس میں شرکت فرمایا کرتے تھے۔ ایک سال اسی جلسہ پر تشریف لائے' میں بھی آپ کے ساتھ تھا۔ ایک صبح نمازِ فجر کے وقت اندھیرے میں حاضر ہوا تو دیکھا کہ حضرت سر پکڑے ہوئے بہت مغموم بیٹھے ہیں۔ میں نے پوچھا۔ ''حضرت کیسا مزاج ہے''؟

کہا۔ ''ہاں! ٹھیک ہی ہے میاں' مزاج کیا پوچھتے ہو' عمر ضائع کر دی!''

میں نے عرض کیا۔ ''حضرت! آپ کی ساری عمر علم کی خدمت میں' دین کی اشاعت میں گذری ہے۔ ہزاروں آپ کے شاگرد علماء ہیں' مشاہیر ہیں جو آپ سے مستفید ہوئے اور خدمتِ دین میں لگے ہوئے ہیں۔ آپ کی عمر اگر ضائع ہوئی تو پھر کس کی عمر کام میں لگی!''

فرمایا۔ ''میں تمہیں صحیح کہتا ہوں' عمر ضائع کر دی!''

میں نے عرض کیا۔ ''حضرت بات کیا ہے؟''

فرمایا۔ ''ہماری عمر کا' ہماری تقریروں کا' ہماری ساری کدو کاوش کا' خلاصہ یہ رہا ہے کہ دوسرے مسلکوں پر حنفیت کی ترجیح قائم کر دیں۔ امام ابوحنیفہؒ کے مسائل کے دلائل تلاش کریں اور دوسرے ائمہ کے مسائل پر آپ کے مسلک کی ترجیح ثابت کریں۔ یہ رہا ہے محور ہماری کوششوں کا' تقریروں کا اور علمی زندگی کا۔''

''اب غور کرتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ کس چیز میں عمر برباد کی؟ ابوحنیفہؒ ہماری ترجیح کے محتاج ہیں کہ ہم ان پر کوئی احسان کریں؟ ان کو اللہ تعالیٰ نے جو مقام دیا ہے وہ لوگوں سے خود اپنا لوہا منوائے گا' وہ تو ہمارے محتاج نہیں اور امام شافعیؒ' مالکؒ اور احمد بن حنبلؒ اور دوسرے مسالک کے فقہا جن کے مقابلے میں ہم یہ ترجیح قائم کرتے آئے ہیں' کیا حاصل ہے' اس کا؟ اس کے سوا کچھ نہیں کہ ہم زیادہ سے زیادہ اپنے مسلک کو ''صواب محتمل الخطاء'' (درست مسلک جس میں خطا کا احتمال موجود ہے) ثابت کر دیں اور دوسرے کے مسلک کو...... ''خطاء محتمل الصواب۔'' (غلط مسلک جس کے حق ہونے کا احتمال موجود ہے) کہیں۔ اس سے آگے کوئی نتیجہ نہیں' ان تمام بحثوں'

تدقیقات اور تحقیقات کا جن میں ہم مصروف ہیں۔''

پھر فرمایا:

''ارے میاں! اس کا تو کہیں حشر میں بھی راز نہیں کھلے گا کہ کونسا مسلک صواب تھا اور کونسا خطاء...... اجتہادی مسائل صرف یہی نہیں کہ دنیا میں ان کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ دنیا میں بھی ہم تمام تر تحقیق و کاوش کے بعد یہی کہہ سکتے ہیں کہ یہ بھی صحیح اور وہ بھی صحیح۔ یا یہ کہ یہ صحیح ہے لیکن احتمال موجود ہے کہ یہ خطا ہو اور وہ خطا ہے اس احتمال کے ساتھ کہ صواب ہو' دنیا میں تو یہ ہے ہی' قبر میں بھی منکر نکیر نہیں پوچھیں گے کہ رفع یدین حق تھا یا ترکِ رفع یدین حق تھا؟ آمین بالجہر حق یا بالسّر حق تھی۔ برزخ میں بھی اس کے متعلق سوال نہیں کیا جائے گا اور قبر میں بھی یہ سوال نہیں ہوگا۔''

حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کے الفاظ یہ تھے:

''اللہ تعالیٰ شافعیؒ کو رسوا کرے گا' نہ ابوحنیفہؒ کو' نہ مالکؒ کو' نہ احمد بن حنبلؒ کو' جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کے علم کا انعام دیا ہے' جن کے ساتھ اپنی مخلوق کے بہت بڑے حصے کو لگا دیا ہے' جنہوں نے نورِ ہدایت چارسو پھیلایا ہے' جن کی زندگیاں سنت کا نور پھیلانے میں گذریں۔ اللہ تعالیٰ ان میں سے کسی کو رسوا نہیں کرے گا کہ وہاں میدانِ حشر میں کھڑا کر کے یہ معلوم کرے کہ ابوحنیفہؒ نے صحیح کہا تھا یا شافعیؒ نے غلط کہا تھا۔ یا اس کے برعکس' یہ نہیں ہوگا۔

تو جس چیز کو نہ دنیا میں کہیں نکھرنا ہے نہ برزخ میں نہ محشر میں' اسی کے پیچھے پڑ کر ہم نے اپنی عمر ضائع کر دی' اپنی قوت صرف کر دی اور جو صحیح اسلام کی دعوت تھی' مجمع علیہ اور سبھی کے مابین جو مسائل متفقہ تھے اور دین کی جو ضروریات سبھی کے نزدیک اہم تھیں' جن کی دعوت انبیاء کرامؑ لے کر آئے تھے' جن کی دعوت کو عام کرنے کا ہمیں حکم دیا گیا تھا اور وہ منکرات جن کو مٹانے کی کوشش ہم پر فرض کی گئی تھی۔۔۔ آج یہ دعوت تو نہیں دی جا رہی۔ یہ ضروریاتِ دین تو لوگوں کی نگاہوں سے اوجھل ہو رہی ہیں اور اپنے واغیار ان کے چہرے کو مسخ کر رہے ہیں اور وہ منکرات جن کو مٹانے میں ہمیں لگے ہونا چاہئے تھا وہ پھیل رہے ہیں' گمراہی پھیل رہی ہے' الحاد آ رہا ہے'

شرک و بت پرستی چل رہی ہے' حرام و حلال کا امتیاز اٹھ رہا ہے' لیکن ہم لگے ہوئے ہیں' ان فرعی و فروعی بحثوں میں!''

حضرت شاہ صاحبؒ نے فرمایا:

''یوں غمگین بیٹھا ہوں اور محسوس کر رہا ہوں کہ عمر ضائع کر دی۔''

شیخ الہند مولانا محمود الحسن (مرحوم) کا مقامِ بلند بھی کسی کی نگاہوں سے پوشیدہ نہیں۔ اسی ماہنامہ کے ص 48 پر مفتی محمد شفیع (مرحوم) ہی کے حوالے سے' ان کا ایک واقعہ درج ہے جو اسی طرح غور و فکر کا متقاضی ہے۔ شیخ الہند (مرحوم) نے فرمایا:

مَیں نے جہاں تک جیل کی تنہائیوں میں اس پر غور کیا کہ پوری دنیا میں مسلمان دینی اور دنیوی ہر حیثیت سے کیوں تباہ ہو رہے ہیں تو اس کے دو سبب معلوم ہوئے۔ ایک ان کا قرآن چھوڑ دینا' دوسرے آپس کے اختلافات اور خانہ جنگی' اس لئے میں وہیں سے یہ عزم لے کر آیا ہوں کہ اپنی باقی زندگی اس کام میں صرف کروں کہ قرآنِ کریم کو لفظاً و معناً عام کیا جائے۔ بچوں کے لئے لفظی تعلیم کے مکاتب ہر بستی بستی میں قائم کئے جائیں۔ بڑوں کو عوامی درسِ قرآن کی صورت میں اس کے معانی سے روشناس کرایا جائے اور قرآنی تعلیمات پر عمل کے لئے آمادہ کیا جائے اور مسلمانوں کے باہمی جنگ و جدال کو کسی قیمت پر برداشت نہ کیا جائے۔

مَیں نے اپنی زندگی کا یہی مقصد قرار دے رکھا ہے اور گذشتہ چالیس سال سے قرآنِ کریم کی تعلیم اور پیغام کے عام کرنے میں مصروفِ جدوجہد ہوں۔ اس جدوجہد کا ماحصل یہ ہے:

1- جو شخص قرآنِ کریم کو منجانب اللہ سمجھتا ہے اس کے لئے یہ ثابت کرنے کی ضرورت نہیں کہ جو قرآن امت میں متواتر چلا آ رہا ہے وہ حرفاً حرفاً وہی ہے جسے خدا نے حضور نبی اکرم ﷺ پر وحی فرمایا اور جسے حضور ﷺ نے امت کو دیا۔ اس لئے کہ جس شخص کا ایمان ہو کہ قرآن کی حفاظت کا ذمہ خود خدا نے لے رکھا ہے اسے اس حقیقت میں ذرا سا بھی شک و شبہ لاحق نہیں ہو سکتا۔ لیکن چونکہ اس باب میں شکوک و شبہات کے طومار کھڑے کر دیئے گئے ہیں' اس لئے میں نے سب سے پہلے اس حقیقت کو واشگاف کیا کہ قرآن کریم خود نبی اکرم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں اسی شکل میں مرتب اور مدون ہو چکا تھا جس شکل میں وہ امت کے پاس متواتر چلا آ رہا ہے۔ اس اجمال کی تفصیل' میری کتاب ''آسمانی کتابوں کی کہانی'' کے آخری باب میں ملے گی۔

2- ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ اس نے قرآنِ مجید کو لسان عربی مبین میں نازل کیا ہے۔ بنا بریں قرآنِ کریم کے سمجھنے

کے لئے ضروری ہے کہ یہ معلوم کیا جائے کہ زمانہ نزولِ قرآن میں' عرب' قرآنی الفاظ کا مفہوم کیا سمجھتے تھے۔ اس مقصد کے لئے میں نے پورے قرآنِ مجید کا ایک ضخیم لغت مرتب کیا جو لغات القرآن کے نام سے چار جلدوں میں شائع ہو چکا ہے۔

3- قرآنِ کریم نے یہ بھی کہا ہے کہ اس نے اپنا مطلب ''تصریفِ آیات'' کی رو سے واضح کیا ہے۔ یعنی اس نے ایک موضوع کو مختلف مقامات پر بیان کیا ہے۔ اس حقیقت کے پیشِ نظر' ضروری ہے کہ ہمیں معلوم ہو کہ فلاں مسئلہ' حکم' موضوع کے متعلق قرآنِ مجید کے کس کس مقام پر کیا آیا ہے۔ اس سے قرآنی اصطلاحات کا مفہوم بھی متعین ہو جاتا ہے۔ اس مقصد کے لئے میں نے ''تبویب القرآن'' کے نام سے ایک ضخیم کتاب مرتب ہے۔ یہ کتاب قریب ڈیڑھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور تین جلدوں میں حال ہی میں شائع ہوئی ہے۔

4- لغات القرآن اور تصریفِ آیات کی روشنی میں' میں نے پورے قرآنِ مجید کا مفہوم مرتب کیا جو مفہوم القرآن کے نام سے تیس پاروں میں شائع ہو چکا ہے۔

5- اسی طریق کے مطابق میں مختلف عنوانات سے' قرآنِ کریم کی تعلیم کو نہایت شرح و بسط سے پیش کرتا چلا آ رہا ہوں۔ میری متعدد تصانیف۔۔۔۔ مثلاً۔ ابلیس و آدم' جوئے نور' برقِ طور' شعلۂ مستور' معراج انسانیت' جہانِ فردا' کتاب التقدیر وغیرہ اسی مقصد کے حصول کا ذریعہ ہیں۔ ان کے بعد میں نے قرآنِ کریم کی مسلسل تفسیر کا سلسلہ شروع کیا ہے جس کی دو جلدیں ''مطالب الفرقان'' کے نام سے شائع ہو چکی ہیں اور تیسری جلد زیرِ تسوید ہے۔ ان تصانیف سے واضح ہو جاتا ہے کہ قرآنِ کریم اپنے مفہوم کو بیان کرنے اور مطالب کو سمجھانے کے لئے خارجی سہاروں کا محتاج نہیں۔

میری ان تمام کاوشوں کا منتہیٰ و مقصود اس کے سوا کچھ نہیں کہ میں اس حقیقت کو عام کروں کہ:

1- قرآنِ کریم تمام نوعِ انسان کے لئے مکمل اور واحد ضابطۂ حیات ہے اور اسلامی مملکت کا آئین و دستور۔

2- دنیا میں حق و باطل کا معیار۔ غلط اور صحیح کی میزان۔ خیر اور شر کے پرکھنے کی محک ہر دعویٰ کی صداقت کی سند' خدا کی کتاب ہے۔ حدیث بھی وہی صحیح ہے جو اس کتاب کے مطابق ہو اور تفسیر بھی وہی قابل قبول جو اس کے خلاف نہ جائے۔

3- خدا کی طرف سے عطا کردہ آخری وحی بہ تمام و کمال اس کے اندر موجود ہے۔ اس سے باہر وحی کا' وجود نہیں۔ یہ اپنی تفسیر آپ کرتا ہے اور اس کے کوئی باطنی معانی نہیں۔

4- یہ کتابِ عظیم شک و شبہ سے بالا ہے اور انسانی راہنمائی کے لئے کافی اور خود مکتفی۔

یہ ہے میری زندگی کا مقصد اور میری کاوشوں کا منتہیٰ۔ ظاہر ہے کہ مفاد پرست گروہوں کی طرف سے میری ان کوششوں کی مخالفت ہوگی اور سخت مخالفت۔ چنانچہ' یہ مخالفت جاری ہے اور شدت سے جاری۔ لیکن اس مخالفت میں جس قدر سنگ باری مجھ پر کی جاتی ہے میں اسے نہایت خندہ پیشانی سے برداشت کئے چلا آ رہا ہوں۔ البتہ اس کا مجھے افسوس ضرور ہے کہ یہ حضرات اپنی اس مخالفت میں دیانت اور صداقت سے کام نہیں لیتے۔۔۔۔۔۔۔کذب وافترا کا شیوہ اختیار کرتے ہیں اور ہر قسم کے جھوٹے الزامات مجھ پر عائد کرتے ہیں۔ یہ شخص منکرِ حدیث اور منکرِ رسالت ہے۔ تین نمازوں اور نو روزوں کا قائل ہے۔ ایک نیا مذہب ایجاد کر رہا ہے۔ یہ آخرالامر نبوت کا دعویٰ کرے گا۔۔۔۔ یہ اور اس قسم کے غلط اور بے بنیاد الزامات واتہامات' جن میں ذرا بھی حقیقت نہیں' میرے خلاف عائد کرتے رہتے ہیں۔

میرا ایمان یہ ہے کہ خدا کی یہ کتابِ عظیم (قرآنِ مجید) تمام نوعِ انسان کے لئے قیامت تک واحد اور مکمل ضابطۂ ہدایت ہے اور رسالتِ محمد یہﷺ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے آئینۂ صداقت۔ اسوۂ رسول اللہﷺ' شرف ومجدِ انسانیت کے لئے معیارِ کبریٰ ہے اور جو نظام محمد رسولؐ اللہ والذین معہٗ کے مقدس ہاتھوں سے قائم ہوا تھا' وہی انسانیت کی نجات وسعادت کا ضامن ہے۔ اس نظام کی بنیاد قرآنِ مجید پر تھی۔

میرا اس حقیقت پر بھی ایمان ہے کہ مسلمان ہی نہیں بلکہ پوری کی پوری نوعِ انسانی' اسی نظام کی رُو سے ایک عالمگیر اُمت بن سکے گی۔ کیونکہ قرآنِ کریم کا یہ دعویٰ ہے' جو ایک دن حقیقت بن کر سامنے آئے گا۔

قرآنِ کریم سے میں یہی سمجھا ہوں اور اسی کا عام کرنا میرا فریضۂ حیات ہے۔۔۔ وہ دن نوعِ انسان کی عالمگیر سعادت کا دن ہوگا جب یہ حقیقت آشکارا ہوگی کہ:

ذَالِکَ الْکِتٰبُ لَا رَیْبَ فِیْہِ.

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ضرورت رشتہ

بیٹا یو۔کے میں مقیم سلسلہ تعلیم' ایم۔ایس میتھ' عمر 26 سال اور بیٹی عمر 25 سال' ایم۔اے اکنامکس' کے لئے موزوں' قرآنی فکر کے حامل رشتے مطلوب ہیں۔ خواہش منداصحاب درجِ ذیل پر رابطہ فرمائیں۔

MOB:0321-4356044, PTCL:35413104

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خواجہ ازہر عباس، فاضل درسِ نظامی
azureabbas@hotmail.com
www.azharabbas.com

رزقِ خداوندی کی جائز تقسیم

تحریکِ طلوعِ اسلام کا مطمحِ نگاہ اور مقصد اولین دین کا قیام ہے، اور اس تحریک کے نزدیک غیر اسلامی نظام میں زندگی بسر کرنا جرم عظیم ہے۔ ہمارے ہاں چونکہ مذہب کا زور اور غلبہ ہے، اس لئے ہمارا مذہبی طبقہ اقامت دین کو کوئی خاص اہمیت ہی نہیں دیتا، لیکن چونکہ اس تحریک کے پیش نظر اقامت دین کی ہی سب سے زیادہ اہمیت ہے، اس لئے اس تحریک نے شروع سے ہی اقامت دین کی اہمیت پر دلائل تحریر کرنے شروع کر دیئے تھے، کمترین راقم سطور کے بھی کافی مضامین اس عنوان کے تحت اس رسالہ میں طبع ہو چکے ہیں، جن میں دو ایسی وجوہات بیان کی گئی ہیں کہ جن کے سبب سے اسلامی نظام کا قائم کرنا ہر مسلمان پر فرض بن جاتا ہے۔ اسلامی نظام کے قیام کی اولین ضرورت تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس نظام کے ذریعے ہوتی ہے، اگر اسلامی نظام قائم نہیں ہوتا، جیسا کہ اس وقت موجودہ دور میں اسلامی نظام کہیں قائم نہیں ہے، تو اللہ تعالیٰ کی عبادت زمین کے کسی گوشہ میں بھی نہیں ہو رہی ہے۔ اسلامی نظام کے قیام کی دوسری وجہ یہ ہے کہ قرآن کریم کے نزدیک غیر اسلامی نظام میں جو رزق بھی کمایا جاتا ہے، اس رزق کا ایک ایک لقمہ حرام ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ مال حرام کھانے والوں کی نماز و تہجد، اور نعت خوانی اور عشقِ رسول کے دعویٰ کا کیا مقام ہو سکتا ہے؟

انسانی زندگی کا بنیادی مسئلہ ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو سامانِ رزق مفت ملتا ہے، اس کی تقسیم کس طرح کی جائے کہ اس تقسیم سے دنیا کے تمام افراد کو رزق مہیا ہو جائے۔ مغرب کی سیکولر حکومتوں میں جو کچھ معاشی طور پر صحیح سمجھا جاتا ہے، وہ اخلاقی طور پر بھی صحیح شمار ہوتا ہے۔ ان کی اخلاقی اقدار کی بنیاد معاشیات پر ہوتی ہے، آج ساری دنیا میں اسی نظریہ پر عمل ہو رہا ہے اور چونکہ وہ انسانی ذات کے بھی قائل نہیں ہیں، اس لئے انہیں اس نظریہ کو اپنانے میں بھی کوئی قباحت محسوس نہیں ہوتی۔ لیکن قرآنِ کریم تو انسانی ذات کا قائل ہے اور اس کے نزدیک ذات کو نشوونما دینا ہی مقصد حیات ہے اس لئے وہ ایسا نظام دیتا ہے جس میں ذات انسانی کی نشوونما ہوتی ہے۔ اگرچہ انسان کے جسم اور انسان کی ذات کے

تقاضے بالکل ایک دوسرے کے نقیض ہیں۔ انسان کے جسم کا تقاضا اپنی آسائش وراحت اور صحتمندی ہے۔ یہ اپنی ضروریات پوری کرنے کے لئے رزق لیتا ہے اور اس کا تقاضا ہی لینا ہے' اس کے برخلاف ذات انسانی کا تقاضا اپنی نشوونما کے لئے دوسروں کو دینا ہے۔ قرآن کریم ایک ایسا متوازن معاشی نظام عنایت فرماتا ہے جس میں انسان کے جسم اور اس کی ذات' دونوں کے تقاضے پورے ہوتے جاتے ہیں اور یہی قرآن کریم کا اعجاز ہے۔ عقل انسانی اس قسم کا ضابطہ بنانے سے قاصر ہے۔ مستقل اقدار کے اتباع سے معاشرہ کی ضرورت بھی پوری ہوتی ہے اور ذات کی نشوونما بھی ہوتی ہے۔

قرآن کریم نے حکم فرمایا:

وَمَن لَّمْ يَحْكُم بِمَا اَنزَلَ اللّٰهُ فَاُولَـٰئِكَ هُمُ الْكَافِرُونَ (5:44)-

جوکوئی بھی اللہ کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہ کرے وہ کافر ہے۔

سورۂ مائدہ کی ان تین آیات میں یہ بیان ہوا ہے کہ جولوگ خدا کے نازل کردہ احکامات کے مطابق فیصلے نہیں کرتے وہ کافر' ظالم اور فاسق ہیں اور وہ ان تینوں جرائم کے مرتکب ہیں۔ قارئین کرام ان آیات کو ملاحظہ کرنے سے خود اندازہ کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس موضوع کو کس قدر Forceful انداز میں بیان فرمایا ہے۔ جو شخص بھی قانون خداوندی کے مطابق فیصلے نہیں کرتا' وہ اس حکم سے انکار کرتا ہے' اسی لئے وہ کافر ہے۔ دوسری بات یہ کہ جوکوئی معاشرہ بھی قانون خداوندی کے مطابق فیصلے نہیں کرتا' اس معاشرہ میں عدل قائم ہو ہی نہیں سکتا اس لئے وہ ظالم ہے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے قوانین سے انحراف کرتا ہے۔ اور اپنا وضع کردہ قانون جاری کرتا ہے' تو وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے دائرہ سے باہر آرہا ہے۔ اس لئے وہ فاسق ہے۔ خوب واضح رہے کہ ان آیات کا اطلاق جس طرح عدالتی' عائلی اور معاشرتی قوانین پر ہوتا ہے' اسی طرح ان آیات کا اطلاق معاشی واقتصادی امور پر بھی ہوتا ہے۔ لہٰذا جولوگ رزق خداوندی کی تقسیم قوانین خداوندی کے مطابق نہیں کرتے' وہ ان تینوں مذکورہ جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں اور وہ کسی حال میں بھی ''مومن'' نہیں ہو سکتے۔ اور اس رزق کا ایک لقمہ بھی جائز نہیں ہوسکتا۔

جب بنی اسرائیل نے دریا پار کرلیا اور ہر طرح کے خطرات سے مصئون و مامون ہوگئے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے عظیم احسانات کی طرف توجہ کرائی اور ان کو وہ عظیم ذمہ داری یاد دلائی جو ان پر عائد ہوتی تھی۔ فرمایا:

يَا بَنِي اِسْرَائِيلَ قَدْ اَنجَيْنَاكُم مِّنْ عَدُوِّكُمْ وَوَاعَدْنَاكُمْ جَانِبَ الطُّورِ الْاَيْمَنَ وَنَزَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ

وَالسَّلْوَى. كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ (20:80)-

اے بنی اسرائیل ہم نے تمہیں تمہارے دشمن سے چھڑایا اور پہاڑی کی داہنی طرف تم سے وعدہ ٹھہرایا اور تم پر مَنّ و سلویٰ اتارا' جو پاک روزی ہم نے تمہیں دی وہ کھاؤ اور اس میں زیادتی نہ کرو۔

اس آیہ کریمہ میں **لا تطغوا فیہ** کی تفسیر میں مولانا عثمانی تحریر فرماتے ہیں:

''اس معاملہ میں حد سے نہ گذرو۔ مثلاً ناشکری' یا فضول خرچی کرنے لگو یا اس فانی تنعم پر اترانے لگو' یا اس میں حقوق واجبہ ادا نہ کرو یا اللہ کی دی ہوئی دولت معاصی پر خرچ کرنے لگو' یا جہاں جس وقت جوڑ کے رکھنے کی ممانعت ہے وہاں جوڑنے کے پیچھے لگ جاؤ۔ غرض خدا کی نعمتوں کو طغیان وعصیان کا آلہ بناؤ۔''

بیشتر تفاسیر نے **لاتطغوا فیہ** کا ترجمہ ''لیکن اس میں سرکشی نہ کرو' یا ''اس باب میں حد سے نہ گذر جاؤ'' کیا ہے۔ تفسیر ماجدی میں تحریر ہے کہ حد سے مراد حد شرعی ہے اور اس سے گذرنے کی ایک صورت تو یہی ہے کہ حرام چیزیں استعمال میں لائی جائیں اور دوسری یہ کہ اللہ کی نعمتیں کھا کھا کر اس کی معصیت کی جائے۔

تدبر قرآن میں ارشاد ہے:

''**ولا تطغوا فیہ** کے اسلوب بیان سے یہ بات نکلتی ہے کہ خدا کی نعمتوں کی فراوانی تم کو طغیان میں مبتلا نہ کرنے پائے یہ طغیان فرعون کی روایت ہے اور اس کا انجام تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔'' (جلد 5' ص 72)۔

كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ وَلَا تَطْغَوْا فِيهِ (20:81)-

جو خوشگوار چیزیں تمہیں دی جارہی ہیں انہیں کھاؤ۔

ارشاد یہ ہو رہا ہے کہ جو کچھ بھی تمہیں دیا جارہا ہے یہ وہ **مارزقنکم** ہے جو طیب ہے۔ اس کو طیب طریقہ پر ہی کھاؤ' اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ بھی اس کا دیا ہوا ہے وہ حرام اور حلال ہوسکتا ہے۔ یعنی ایک چیز تو وہ ہے جو بذاتہٖ حرام ہے جیسے مردار' بہتا ہوا خون' خنزیر یہ تو ایک **Category** ہے۔ اس کے علاوہ یہ جو **مارزقنکم** ہے۔ یعنی ہم نے تمہیں جو رزق دیا ہے' اس کے لئے یہ فرمایا کہ اس کو طیب طریقہ سے کھانا' اسے حلال طریقہ سے کھانا' کیونکہ اس کا رزق اگر اس کی قانون کے خلاف کھایا جائے تو وہ بھی حرام ہو جاتا ہے اور یہ وہ تمام رزق ہے جس کی تقسیم طاغوتی قوانین کے مطابق کی جائے۔ فرمایا: **لَا تَطْغَوْا فِيهِ**' اس رزق کو طاغوتی قانون کے مطابق تقسیم نہ کرو' کیونکہ طاغوتی نظام کی بنیاد ہی اللہ تعالیٰ سے سرکشی پر قائم ہوتی ہے۔

طاغوتی نظام میں زندگی بسر کرنے والا مجرم ہوتا ہے (6:123)- اوراس کے قوانین پر عمل کرنا اللہ تعالیٰ سے بغاوت کرنے کا مرادف ہوتا ہے' اوراس قانون کے مطابق تقسیم کردہ رزق کا ایک ایک لقمہ حرام ہوتا ہے' فلہٰذ احکم ہوا: **وَلَا تَطْغَوْا فِيْهِ**.

سورہ واقعہ میں ارشاد ہوتا ہے:

وَتَجْعَلُوْنَ رِزْقَكُمْ اَنَّكُمْ تُكَذِّبُوْنَ (56:82)-

اس کا ترجمہ حضرت شیخ الہند نے تحریر فرمایا:

اور اپنا حصہ تم یہی لیتے ہو کہ اس کو جھٹلاتے ہو۔

لیکن تفسیر ضیاء القرآن میں اس کا ترجمہ یہ درج ہے:

اور تم نے اپنا یہی نصیب لیا ہے کہ تم اس کو جھٹلاتے رہو گے۔

یہ ترجمہ حضرت شیخ الہند کے ترجمہ سے زیادہ بہتر ہے' کہ آئندہ کے لئے بھی اس میں استمرار باقی رہتا ہے جو آیت کا فحویٰ ہے۔ امام راغب نے اس آیت میں رزق کا ترجمہ نصیب ہی کیا ہے اور مطلب یہ لکھا ہے ''نعمت الٰہی کی تکذیب کو تم نے اپنا حصہ بنالیا ہے۔'' لیکن راغب کا یہ ترجمہ اوراس کا مفہوم درست نہیں ہے' بلکہ اس آیت کے واضح معنے یہ ہیں کہ ''تم قرآن جیسی کتاب کو اس لئے جھٹلاتے ہو کہ اس سے تمہاری روٹی چلتی رہتی ہے۔ ہمارے درج کردہ معانی کی تائید وتصویب امام رازی نے بھی کی ہے۔ وہ اس آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ ''ایک احتمال یہ بھی ہے کہ یہاں لفظ رزق معاش کے معنی میں ہو' چونکہ کفار قریش قرآن کی دعوت کو اپنے معاشی مفاد کے لئے نقصان دہ سمجھتے تھے اور ان کا خیال یہ تھا کہ یہ دعوت اگر کامیاب ہوگئی تو ہمارا رزق مارا جائے گا' اس لئے اس آیت کا یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے تم نے اس قرآن کی تکذیب کو اپنے پیٹ کا دھندا بنا رکھا ہے۔ تمہارے نزدیک حق اور باطل کا سوال کوئی اہمیت نہیں رکھتا۔ اصل اہمیت تمہاری نگاہ میں روٹی کی ہے اور اس کی خاطر حق کی مخالفت کرنے اور باطل کا سہارا لینے میں تمہیں کوئی تامل نہیں۔''

جو لوگ قرآن کریم کی اور اس کے نظام کی تکذیب کرتے ہیں اور آئندہ بھی کرتے رہیں گے' ان کی قیمت بالکل قریش جیسی ہے کہ وہ اسلام کے نظام کو صرف اس لئے متمکن نہیں ہونے دیتے کہ اس سے ان کے رزق پر زد پڑتی ہے۔ قرآنی نظام کو نظرانداز کرکے' باطل کے سہارے رزق حاصل کرنا' بالکل ناجائز بات ہے۔

سورۂ طٰہٰ میں ارشاد عالی ہے:

وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِیْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِیْشَةً ضَنْكًا (20:124)-

جس نے منہ پھیرا میرے بارے تو اس کو ملنی ہے گذران تنگی کی۔

ترجمہ حضرت شیخ الہندؒ تفسیر ماجدی نہیں اس آیت کا رواں اور بامحاورہ ترجمہ درج ہے: ''اور جو کوئی میری نصیحت سے اعراض رکھے گا' تو اس کے لئے تنگی کا جینا ہوگا۔'' اس آیت کریمہ نے' جو صرف آٹھ الفاظ پر مشتمل ہے' دین و دنیا کی ثنویت اور مذہب کی جڑ کاٹ کے رکھ دی ہے۔ اور دین و مذہب کا ایک ایسا محسوس اور واضح معیار پیش کر دیا جس میں کسی شک وشبہ کی گنجائش باقی ہی نہیں رہ جاتی۔ اس آیہ کا عملی مفہوم یہ ہے کہ جو قوم قوانین خداوندی سے روگردانی کرے گی' یعنی ان کے مطابق رزق کا حصول اور رزق کی تقسیم نہیں کرے گی' اس قوم کی معیشت تنگ رہے گی اور انہیں خوشحالی نصیب نہیں ہوگی۔ آیت کا مطلب واضح ہے' لیکن ہمارے مفسرین کرام نے اس آیت کی جو مذہبی تفسیر پیش کی ہے آپ پہلے وہ ملاحظہ فرمائیں وہ تفاسیر پڑھئے اور سر دھنئے۔

(1) حواشئی عثمانی میں تحریر ہے:

''بعض مفسرین نے مَعِیْشَةً ضَنْكًا کے معنے لئے ہیں وہ زندگی جس میں خیر داخل نہ ہو سکے۔ گویا خیر کو اپنے اندر لینے سے تنگ ہوگی۔ ظاہر ہے کہ ایک کافر جو دنیا کے نشہ میں بدمست ہے اس کا سارا مال و دولت اور سامانِ عیش وتنعم آخرکار اس کے حق میں وبال بننے والا ہے۔ جس خوشحالی کا انجام چند روز کے بعد دائمی تباہی ہو' اسے خوش حالی کہنا کہاں زیبا ہے' بعض مفسرین نے مَعِیْشَةً ضَنْكًا سے قبر کی برزخی زندگی مراد لی ہے۔ یعنی قیامت سے پہلے اس پر سخت تنگی کا ایک دور آئے گا جبکہ قبر کی زمین بھی اس پر تنگ کر دی جائے گی۔ مَعِیْشَةً ضَنْكًا کی تفسیر عذاب قبر سے بعض صحابہ نے کی ہے بلکہ باسناد مرفوعاً روایت کیا ہے۔ بہرحال مَعِیْشَةً ضَنْكًا کے تحت میں یہ سب صورتیں داخل ہوسکتی ہیں۔''

حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کہ اس آیت کی تفسیر میں بعض مفسرین کرام نے یہ فرمایا ہے کہ:

''جس خوشحالی کا انجام چند روز کے بعد دائمی تباہی ہو' اسے خوشحالی کہنا کہاں زیبا ہے۔''

مفسرین کرام کے اس فقرہ پر تبصرہ کے لئے اردو زبان کا یہ ایک ہی محاورہ کافی ہے' کہ ''انگور کھٹے ہیں۔'' اس محاورہ سے بہتر اور کوئی تبصرہ نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ آپ خود ملاحظہ فرما رہے ہیں کہ آج کے مفسرین وعلماء' اس درجہ خوش حال ہیں کہ وہ ہر سال دو دو' تین تین' مرتبہ امریکہ' یورپ اور کینیڈا کا ''تبلیغی'' دورہ کرتے رہتے ہیں' اس کے علاوہ پاکستان کے اندر بھی وہ سرمایہ

دار اور متمول زمرہ میں شمار ہوتے ہیں۔ **فلذلک للہ الحمد.**

(2) تفسیر ماجدی ایک ماڈرن تفسیر شمار کی جاتی ہے؛ جس کے متعلق دعویٰ کیا جاتا ہے کہ یہ زمانۂ حال کے ذہن کو بخوبی مطمئن کر دیتی ہے۔ اس کو بھی ملاحظہ فرمالیں۔ اس میں تحریر ہے:

''ذکر سے مراد اس سیاق میں قرآن لی گئی ہے (معالم) لیکن بہتر یہ ہے کہ اسے عام رکھا جائے اور ساری ہی کتب آسمانی کو اس مفہوم میں شامل رکھا جائے (روح) **مَعِیْشَةً ضَنکاً** سے مراد عذاب قبر بھی لی گئی ہے اور عالم برزخ کے وجود پر قرآن سے استدلال منجملہ اور آیتوں کے اس آیت سے ہی کیا گیا ہے۔'' (جلد سوئم' ص 275)۔

محض ضمناً وتبعاً عرض ہے کہ ہمیں حیرانی ہوتی ہے کہ مولانا ماجد مرحوم نے دونوں مقامات پر ''لی گئی ہے'' تحریر فرمایا ہے۔ ہمارے نزدیک یہاں ''لیا گیا ہے'' ہونا چاہئے تھا۔ مولانا تو خود دریاباد کے ہونے کی وجہ سے ایک طور پر لکھنوی ہی تھے اور اردو ان کی مادری زبان تھی' وہ کیسے یہ الفاظ لکھ گئے۔ بہرحال یہ بات صرف ضمناً تھی۔ اس کا نفس مضمون سے کوئی تعلق نہیں ہے۔

(3) ایران میں اسلامی انقلاب آنے کے بعد' تفسیر نمونہ تحریر کی گئی ہے۔ جسے دین کے تصور اور اس کی ضروریات کو سامنے رکھنا چاہئے تھا لیکن اس تفسیر کا بھی یہی حال ہے اور خالص مذہبی تصورات پیش کرتی ہے' اس تفسیر نمونہ میں اس آیہ کریمہ کی تفسیر کے ذیل میں تحریر ہے:

''جس وقت انسان خدا کو بھلا دینے کی وجہ سے اپنی ذمہ داریوں کو بھلا دے' تو وہ شہوات' خواہشات' حرص وطمع میں غرق ہو جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے حصہ میں تنگ زندگی ہی ہوگی' نہ اس میں کوئی قناعت ہوگی کہ جو اس کی روح کی تسکین کا موجب ہو' نہ اس کی معنویت کی طرف توجہ ہوگی کہ جو اسے روحانی غنا اور تونگری عطا کر دے اور نہ ہی اس کا وہ اخلاق ہوگا جو اسے طغیانِ شہوات کا مقابلہ کرنے کے قابل بنا سکے۔ (جلد 7' ص 443)۔

(4) معارف القرآن میں ارشاد ہے:

''اس کا صاف بے غبار جواب تو یہ ہے کہ یہاں دنیا کے عذاب سے قبر کا عذاب مراد ہے کہ قبر میں ان کی معیشت تنگ کر دی جائے گی خود قبر جو ان کا مسکن ہوگا وہ ان کو ایسا دبائے گا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹنے لگیں گی۔ جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی تصریح ہے اور مسند بزار میں بسندِ جید حضرت ابوہریرہؓ سے یہ حدیث منقول ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے خود اس آیت کے لفظ **مَعِیْشَةً ضَنکاً** کی تفسیر یہ فرمائی کہ اس سے مراد قبر کا عالم ہے (مظہری)۔

(5) تدبر قرآن میں ہے:

''ممکن ہے کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ بہت سے لوگ ایمان کے مدعی ہوتے ہیں' لیکن ان کی زندگی نہایت پریشان حالی و پراگندہ بالی کی ہوتی ہے' برعکس اس کے کتنے ہیں جو خدا کو محض ایک وہم سمجھتے ہیں لیکن وہ برائی' بے فکری اور طمانیت کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اول تو یہاں بحث ایمان کے مدعیوں سے نہیں بلکہ حقیقی اہل ایمان سے ہے۔ ثانیاً جن لوگوں کو خدا سے بے پروا ہونے کے باوجود ہم مطمئن خیال کرتے ہیں ہم صرف ان کے ظاہری کروفر کو دیکھتے ہیں۔ اگر کبھی ان کے سپنوں میں جھانک کر دیکھنے کا موقع ملے تب معلوم ہو کہ ان کے اندر کتنے خطرے اور کتنے خلجان چھپے ہوئے بیٹھے ہیں لیکن یہ ہر ایک کو نظر نہیں آتے۔ ان کو وہ خود دیکھتے ہیں یا وہ لوگ دیکھ سکتے ہیں جن کے اندر ایمانی بصیرت ہو۔'' (جلد 5' ص 103)۔

(6) تفسیر ضیاء القرآن میں ہے:

''علامہ ابن کثیر اس آیت کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ جو شخص ذکر الٰہی سے منہ موڑتا ہے اور احکام خداوندی سے روگردانی کرتا ہے وہ دولت وثروت کے انبار جمع کر لینے کے باوجود جاہ وجلال کے بلند ترین مناصب پر فائز ہونے کے باوجود اطمینان قلب کی نعمت سے محروم رہتا ہے۔ اس کے دسترخواں پر لذیذ ترین کھانے چنے جاتے ہیں۔ وہ بیش قیمت لباس زیب تن کئے ہوتا ہے' لیکن اس کا دل اداس' روح بے چین اور طبیعت افسردہ رہتی ہے۔ سچی خوشی سے وہ کبھی بہرہ مند نہیں ہوتا۔ دن رات دولت یا اقتدار کے حصول کے لئے سرگرداں رہتا ہے۔'' (جلد 3' ص 143)۔

اگرچہ طویل اقتباسات نقل کرنے سے مضمون غیر دلچسپ ہو جاتا ہے لیکن یہ تمام اقتباسات اس لئے درج کئے گئے ہیں کہ قارئین کرام کو بخوبی اندازہ ہو جائے کہ ہماری یہ تمام تفاسیر قرآن فہمی میں کس طرح رکاوٹ بن کے کھڑی ہیں اور کس طرح یہ ''مذہب'' کی تائید اور نمائندگی کر رہی ہیں۔

یہ بات تو آیۂ کریمہ سے بادی النظر میں ہی واضح ہو جاتی ہے کہ اس آیت کا واحد مقصد نظام ربوبیت کا قیام ہے لیکن اس میں جو حل طلب پیچیدہ گتھیاں ہیں وہ یہ ہیں کہ اس طرح کا نظام اس دنیا میں کس طرح سے قائم ہو' کہ ہر شخص کو فراوانی کے ساتھ رزق ملتا رہے اور وہ اقوام جو قوانین خداوندی کے مطابق اپنا نظام معیشت نہیں بناتیں' ان کے ہاں رزق کی فراوانی کیوں ہو جاتی ہے۔

علامہ اقبال کے مطبوعہ خطوط میں' صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے نام بھی کئی خطوط ہیں۔ جو بآسانی دستیاب ہو سکتے

ہیں۔ان خطوط میں سے ایک خط میں انہوں نے صوفی صاحب مرحوم کو یہ تحریر کیا تھا کہ ہم ایک عرصہ سے قرآن کریم کے کمال کے دعویٰ کو سنتے چلے آ رہے ہیں لیکن اس بارے میں کسی نے کوئی کام نہیں کیا۔ پھر انہوں نے امت مسلمہ (امرتسر) اور خاص طور پر ان کے نمایاں عالم خواجہ احمد الدین صاحب امرتسری اور مولوی حشمت علی دہلوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ کیا ہی اچھا ہو کہ یہ حضرات قرآن کریم کے کمال کو ثابت کر دکھائیں۔ وہ موجودہ دور کے مسائل کا حل قرآن سے تلاش کریں اور ان سے متعلقہ آیات کے حوالہ جات سے پیش کریں' اس زمانہ میں مولوی حشمت علی دہلوی اشاعۃ القرآن نام کا ایک رسالہ طبع کرتے تھے۔ جو علامہ کی نظر سے بھی گذرتا تھا' علامہ کا اشارہ تھا کہ مولوی حشمت علی صاحب کے رسالہ میں وہ مضامین طبع ہو جائیں۔علامہ مرحوم نے یہ بات بھی صوفی صاحب کو تحریر کی تھی کہ جو شخص قرآن کریم کے قوانین واحکامات کی ابدیت کو ثابت کرے گا' وہ اس وقت کا امام ابوحنیفہؒ ہوگا۔ہم نے اس خط کا مفہوم اپنی یادداشت پر بھروسہ کر کے لکھا ہے؟ ممکن ہے کہ اس میں کمی یا زیادتی ہوگئی ہو۔

وہ مسائل جن کی طرف علامہ مرحوم نے اشارہ فرمایا ہے یہ آیۂ کریمہ ان میں سرفہرست آتی ہے' ہمارے ہاں پاکستان میں کروڑوں روپے ان اداروں پر صرف ہو رہے ہیں جو حکومت نے اسلامی امور کی تحقیقات کے لئے بنائے ہیں۔ ان تمام اداروں میں صرف مذہب پر کام ہو رہا ہے۔ دین کا تصور ان کے سامنے ہے ہی نہیں۔ اسلامی مملکت میں اس قسم کے ادارے قائم نہیں ہوتے' وہاں پوری مملکت کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ ان امور میں اجتہاد کرے۔ ہمارے خیال میں تو اس قسم کی آیات کا صحیح مفہوم مقالہ جات' مضامین سے ادا نہیں کیا جا سکتا' اس کا صحیح مفہوم تو جب ہی سامنے آئے گا جب اسلام کے معاشی قوانین واحکامات کو عملاً جاری کیا جائے گا' موجودہ دور کے معاشی علوم پر حد درجہ عبور ہو اور قرآن کریم سامنے ہو' پھر غور وفکر کر کے' اسلامی قوانین کو جاری کیا جائے' اس کے لئے راستہ کھلتا چلا جائے گا:

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (29:69)-

جو ہماری راہ میں کوشش کرتے ہیں' انہیں ہم ضرور ہدایت کریں گے۔

قرآنی معاشی نظام کو عملاً جاری کئے بغیر ان آیات کا مفہوم سامنے نہیں آ سکتا۔

رزق خداوندی کو جائز طور پر حاصل کرنے کے لئے دو موانع کا تذکرہ کرنا نہایت ضروری ہے۔ان موانع میں سے ایک تو جاگیرداری نظام ہے قرآن کریم کی رو سے زمین کی ملکیت بالکل حرام ہے' اس کی بیع وشریٰ بالکل حرام ہے۔ زمین کو اپنی ذاتی موروثی ملکیت قرار دے کر' اس سے جس قدر بھی رزق حاصل کیا جاتا ہے وہ قطعی طور پر حرام ہے۔ یہ ملکیت زمین کا موضوع خود اتنا وسیع ہے کہ یہ خود ایک ضخیم کتاب کا متقاضی ہے۔ دوسرا مسئلہ بین الاقوامی قرضہ جات اور امداد کا ہے' ساری دنیا کی حکومتیں' خواہ وہ مسلمان ممالک کی ہوں' یا غیر مسلموں کی۔ سب کی معیشت بین الاقوامی اداروں سے منسلک

ہے۔ یورپ اور امریکہ خود اس بات کے معترف ہیں کہ ان کی اپنی اور ان بین الاقوامی اداروں کی اکانومی' سود پر قائم ہے۔ ہم خود اس کا ایک حصہ ہیں۔ اس لئے ہماری ملکی اکانومی بھی سود پر ہی قائم ہے' اس وقت ساری دنیا سود کھا رہی ہے' ہم بھی سب سود کھا رہے ہیں۔ ہم سود کھانے سے انکار کر ہی نہیں سکتے' جب تک اسلامی نظام قائم نہیں ہوتا' ہم سود کی لعنت سے باہر نہیں نکل سکتے۔ قارئین کرام اب خود اندازہ فرمالیں کہ سود کھانا اللہ ورسول سے جنگ کرنے کے مرادف ہے۔ اس لئے سود خور کی نماز اور دیگر پرستش کی کیا حیثیت ہوسکتی ہے۔ اس لئے ہر وہ مسلمان جو رزق حرام سے بچنا چاہتا ہے اس پر فرض ہے کہ وہ اسلامی نظام کے قیام کی کوشش کرے اور اس کے قیام کے لئے سر دھڑ کی بازی لگا دے' اگر جان بھی دینی پڑے تو اس سے بھی دریغ نہ کرے۔ کوشش ہمارا کام ہے۔ اگر ہماری نیتیں خالص ہوئیں تو یقیناً اللہ کی نصرت ہمارا ساتھ دے گی اور اللہ کی مدد کے بعد کوئی شخص ہمارا مقابلہ کر ہی نہیں سکتا۔

وَلَن يَجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكَافِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلاً (4:141)-

اور خدا نے کافروں کو مومنین پر غالب آنے کی کوئی راہ نہیں رکھی۔

وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمين

چراغ زندہ مے خواہی' در شب زندہ داران زن
کہ بیدائی بخت' از بخت بیداراں شود پیدا

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

MATRIMONIAL

For our U.S. citizen graduate daughter, 29 years old, working in reputed firm, we are looking decent, educated & professional U.S. citizen aging 35 years. Contact with Bio-Introduction and picture via E-mail.

برائے رابطہ: شاہد وسیم

Email: shahid@ribbonbazaar.com, novum123@ribbonbazaar.com

ساجد بک سٹور' فتح پور' سوات میں طلوع اسلام کا لٹریچر' کتب' رسالہ و پمفلٹس دستیاب ہیں۔

برائے رابطہ: خورشید انور' 0315-9317755

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

سید عادل علی

سائنسی ایجادات

قرآن کریم کی روشنی میں

ایک غیر مسلم نے امام غزالیؒ سے سوال کیا کہ آپؒ کہتے ہیں کہ ہر چیز کا تذکرہ قرآن کریم میں موجود ہے' قرآن تو اجرامِ فلکی' مثلاً زمین اور سورج کی سیدھی حرکت کا تذکرہ کرتا ہے' جب کہ سائنس یہ کہتی ہے کہ حرکت دو طرح کی ہوتی ہے' سیدھی اور معکوس۔ آپؒ نے اس غیر مسلم سے پوچھا' تم نے یہ نتیجہ قرآن پاک کی کس آیت سے اخذ کرلیا کہ قرآن سیدھی حرکت کا ذکر کرتا ہے' تو اس نے اس آیت کو پڑھا۔ **''کل فی فلک یسجون''** (سورۂ یٰسین' 36:40)' امام غزالیؒ نے برجستہ جواب دیا کہ اس آیت میں معکوس حرکت کا ذکر بھی ہے۔ **کل فی فلک** کو **کل** کے **ک** سے پڑھو' تب بھی **کل فی فلک** ہی بنے گا اور **فلک** کے **''ک''** سے پڑھو' تب بھی **کل فی فلک** ہی بنے گا' جو اجرام فلکی کی دونوں طرح کی حرکت کا ثبوت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: ''بے شک زمین و آسمان کی پیدائش اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لئے بڑی نشانی ہے۔'' (سورہ آل عمران) مذکورہ بالا آیت دعوتِ عام ہے' ہر اس شخص کے لئے' جو عقل و شعور رکھتا اور کائناتی تغیرات پر غور و خوض کر کے نتیجہ اخذ کرتا ہو۔ مندرجہ بالا نتائج ہی کی بنیاد پر سائنس کی تشکیل اور مختلف شاخیں وجود میں آئیں' جس میں ایک شاخ فلکیاتی طبیعیات بھی ہے' جہاں سائنس دانوں نے کائنات کی وسیع و عریض دنیا کو سمیٹنے کی کوشش کی' وہیں ایسی ایجادات بھی سامنے آئیں' جنہوں نے زندگی سہل کردی اور عقل کو حیران کر دیا۔

انیسویں اور بیسویں صدی کو ایجادات کا زمانہ کہا جاتا ہے' اس دور میں ایسی ایجادات سامنے آئیں' جن کے بارے میں پانچ چھ سو برس قبل سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا' لیکن قرآن پاک اور احادیثِ مبارکہ میں ان کے تذکرے' جس طرح ہیں' وہ نہایت حیران کن ہیں اور انہیں دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے۔ جن میں سے کچھ مثالیں درجِ ذیل ہیں۔

ہوائی جہاز:

اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: ''اے جن و اِنس کے گروہ' اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان و زمین کے کناروں سے نکل کر جاؤ تو نکل جاؤ' جہاں نکل کر جاؤ گے' اسی کی سلطنت ہے۔'' (سورۂ رحمٰن' 55:33)۔

مندرجہ بالا آیت میں زمین کے کنارے سے مراد کششِ ثقل ہے، جہاں سے نکلنا انسان کے بس میں نہیں، لیکن اللہ نے فرمایا کہ نکل کر جاؤ گے، لیکن زور کے ساتھ۔ اب وہ زورآور کون ہے، جس کا تذکرہ اس آیت میں سلطان کی صورت میں آیا ہے، تو عربی کی ''فیروز اللغات'' میں سلطان کے معنی ہیں، ایسا زور، جس کی رفتار سیکڑوں گھوڑوں کی رفتار سے بھی زیادہ ہو، جس کی شبیہہ (صورت) ایسی کہ آگے سے لمبوترا، جو ہوا کو بھی چیر دے۔ ایسی تو دو ہی چیزیں ہوسکتی ہیں، ہوائی جہاز اور راکٹ۔ آپ ساخت اور رفتار کا اندازہ کرسکتے ہیں، جو اس آیت کی حقیقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

راکٹ:

(دوسرے سیاروں تک رسائی) اوپر ذکر کی گئی آیت سے ہم راکٹ کا بھی استدلال لے سکتے ہیں، لیکن وہ فاصلے، جو جہاز کے ذریعے ممکن نہیں، مثلاً دوسرے سیاروں تک کا سفر، راکٹ کے ذریعے ممکن ہوا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشادِ پاک ہے ''اور چاند کی قسم، جب کامل ہوجائے، ضرور تم منزل بہ منزل چڑھو گے''۔ (سورۃ الانشقاق، 84:18)۔

اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے زمین کے ذیلی سیارے، چاند کی قسم کھا کر فرمایا کہ تم سب ضرور منزل بہ منزل چڑھو گے۔ اب ذرا غور کریں کہ سب سے پہلے حضرتِ انسان نے چاند پر قدم رنجہ فرمایا، لیکن جستجو کا سفر رُکا نہیں، بلکہ اب حضرتِ انسان کی اگلی منزل مریخ ہے، ویسے بھی یہ سلسلہ رُکے گا کیسے، جب اللہ تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ تم منزل بہ منزل چڑھو گے۔ (84:19)۔

اسکرین یا پردہ:

آئینہ انسان کو صرف اس کا حال دکھا سکتا ہے ماضی نہیں۔ اگر ماضی میں اپنی کوئی خوشی یا غم کی کیفیت دیکھنی ہو تو وہ لمحات ریکارڈ کرکے پردے یا اسکرین پر دیکھے جاسکتے ہیں۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: ''تا کہ اپنا کیا دکھائے جائے تو، جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے، اسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بھر برائی کرے، اسے دیکھے گا''۔ (سورۃ زلزال)۔ قیامت جب قائم ہوگی اور اعمال نامے پیش کئے جائیں گے، تو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہوگا کہ ''کوئی نیکی اور کوئی بدی ایسی نہ ہوگی، یہاں تک کہ ذرہ بھر نیکی بدی چھپی نہ رہے گی، جو انسان کو دکھا دی نہ جائے۔ نہ صرف اعمال نامے دیے جائیں گے، بلکہ ان اعمال کو دکھایا بھی جائے گا۔'' (99:6-7-8)۔

جدید مواصلاتی نظام:

(ٹرین، بس، کار) اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''اور گھوڑے اور خچر اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لئے اور وہ پیدا کرے گا، جس کی تمہیں خبر نہیں''۔ (سورۃ نحل، 16:8)۔ آیت کے مضمون پر غور کریں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے باربردار جانوروں کا ذکر کیا اور پھر فرمایا کہ وہ کچھ مستقبل میں پیدا کرے گا، جس کی تمہیں خبر نہیں۔ اب اگر باربرداری کے جانوروں سے یہ سلسلہ شروع کیا جائے، تو گھوڑے، گدھے، اونٹ، خچر کے بعد ترقی ہوتی رہی، راستے بنتے گئے اور ایجادات بھی نئی نئی ترسیل کے حوالے

سے سامنے آتی رہیں، جیسے بیل گاڑی، پھر گھوڑا گاڑی اور بڑھتے بڑھتے ریل گاڑی، موٹر کاریں، کارگو جہاز، پانی کے جہاز اور ابھی وہ کچھ باربرداری سے متعلق، جس کا علم صرف اللہ کو ہے۔

فنگر پرنٹس:

ہاتھوں کی ہتھیلیاں اور پیشانی کے ذریعے لوگوں کے مستقبل کی پیش گوئی کا عمل صدیوں سے چلا آرہا ہے، جسے پامسٹری کہا جاتا ہے۔ تاہم، پامسٹری میں ہاتھوں کی ہتھیلیاں تو استعمال ہوتی ہیں، لیکن انگلیاں نہیں۔ البتہ انگلیوں کے ذریعے اس کے ماضی کا ضرور پتا چل جاتا ہے کہ انہیں کن مقاصد میں استعمال کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا: ''اور وہ اپنی کھالوں (انگلیوں) سے کہیں گے، تم نے ہم پر کیوں گواہی دی، وہ کہیں گی ہمیں، اللہ نے بلوایا، جس نے ہر چیز کو گویائی بخشی اور اسی نے تمہیں پہلی بار بنایا اور اسی کی طرف تمہیں پھرنا ہے۔'' (سورہ حٰم، 41:21)۔

تحقیق سے سائنس اس نتیجے پر پہنچی کہ ہر انسان کی انگلیوں پر موجود کھال کی بناوٹ، دوسرے سے جدا ہوتی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ نے عیاں کر دیا کہ یہی کھال بتائے گی کہ تم نے اپنا ماضی کس طرح گزارا۔ موجودہ سراغ رسانی کے نظام کو دنیا بھر میں نہایت اہمیت حاصل ہے، جس کے ذریعے نہ صرف چوری چکاری، بلکہ قتل جیسے گھناؤنے افعال میں ملوث قاتلوں کا سراغ بھی لگایا جاتا ہے۔ قرآن کریم سے استدلال کا یہ سلسلہ رُکا نہیں۔ حضرتِ انسان منزل بہ منزل آگے بڑھتا رہے گا اور اس کائنات سے متعلق مزید راز افشا ہوتے رہیں گے، کیوں کہ اللہ تعالیٰ نے تحقیق اور جستجو کو عقل مند لوگوں کی نشانیاں قرار دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے: ''بے شک زمین و آسمان کی پیدائش اور رات اور دن کے آنے جانے میں عقل والوں کے لئے بڑی نشانی ہے۔'' (3:190)-

(بشکریہ روزنامہ جنگ لاہور، سنڈے میگزین 4 تا 10 دسمبر 2011ء)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سانحہ ارتحال

ڈاکٹر منیر احمد طارق (پی۔ایچ۔ڈی) وفات پا گئے۔ مرحوم، محترم عبدالغفور محسنؔ کے چھوٹے بھائی تھے۔ وہ اپنی مصروفیات کے باعث بزموں میں عملی طور پر حصہ تو نہ لے سکے تاہم جریدہ طلوع اسلام سے تعلق مسلسل قائم رہا۔ ادارہ کی شائع کردہ کتب خرید کر دلچسپی رکھنے والے نوجوانوں کو تحفتاً دیا کرتے تھے۔ وہ اسی (80) سال کی عمر میں چار بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑ کر رخصت ہو گئے۔ ادارہ محسن صاحب اور مرحوم کے بچوں سے تعزیت کناں ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں جوار رحمت میں جگہ دے اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عارف کسانہ، سویڈن

آدم اور فرشتوں کی کہانی

(بچوں کے لئے)

چھٹی کا دِن تھا اور موسم بھی بہت خوشگوار تھا۔ حارث بہت خوش تھا کیونکہ وہ آج اپنے گھر والوں کے ساتھ تفریح کے لیے جھیل کے کنارے آیا ہوا تھا۔ بہت لوگ وہاں آئے ہوئے تھے اور سب خوشگوار موڈ میں تھے۔ بچے پارک میں کھیل رہے تھے اور کچھ لوگ گپ شپ لگا رہے تھے۔ حارث کی امی نے پکنک کے لیے کھانے پینے کی چیزیں تیار کی تھیں۔ حارث اپنے ابو کے ساتھ جھیل کے کنارے بطخوں اور دوسرے آبی پرندوں کو روٹی کے ٹکڑے ڈال رہے تھا اور بہت سے پرندے وہاں جمع ہو گئے تھے۔ چھوٹا ہاشم بھی ساتھ ہی کھیل رہا تھا۔ امی نے اُسے کہا کہ پانی کی طرف نہ جانا لیکن وہ تو بہت شرارتی تھا اور امی کے منع کرنے کے باوجود پانی کی طرف بھاگا۔ اِس پر ابو نے کہا حارث دوڑ کر جاؤ اور ہاشم کو پکڑو کہیں وہ پانی میں نہ گر جائے۔ حارث نے اُسے جا کر روکا اور پکڑ کر امی کے پاس لے آیا۔ ابو بھی وہیں آ گئے اور امی نے سب کو چاٹ ڈال کر دی اور وہ مزے سے کھانے لگے۔

حارث نے ابو سے کہا ابو آپ سے ایک سوال پوچھنا ہے وہ یہ کہ آدم اللہ تعالیٰ کے منع کرنے کے باوجود جب پھل کھانے کے لیے جانے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں روکا کیوں نہیں یا کسی فرشتے کے ذریعہ انہیں ایسا کرنے سے کیوں نہیں بچایا۔ ابو کہنے لگے واقعی یہ تو بہت ہی اہم سوال ہے۔ بیٹا جب اللہ نے آدم کو بنایا تو اُس میں یہ صلاحیت بھی رکھ دی تھی کہ اپنی مرضی اختیار کر سکے۔ اُسے دونوں راستے بتا دیے، درست بھی اور غلط بھی اور اُسے مکمل اختیار دیا کہ جو راستہ وہ چاہے اُس پر چلے۔ یہی انسان اور باقی ساری مخلوق میں فرق ہے۔ اللہ کی پیدا کی ہوئی تمام مخلوق چاہے چرند پرند ہوں یا فرشتے، چاند سورج اور سیارے ہوں یا کوئی بھی اور سب خدا کے بنائے ہوئے قانون کے تحت چلتے ہیں اور کسی میں ذرہ برابر اِدھر اُدھر ہونے کی نہ ہی صلاحیت ہے اور نہ ہی وہ ایسا کر سکتے ہیں۔ سورج چاند اپنے اپنے راستے پر مسلسل گردش میں ہیں اور اُن کی رفتار میں ایک لمحے کا بھی فرق نہیں ہوتا۔ تمام جانور بھی اپنی اپنی فطرت کے مطابق رہتے ہیں اور کبھی بھی اُس کے خلاف نہیں جاتے۔ شیر جتنا بھی بھوکا ہو جائے لیکن گھاس نہیں کھائے گا اِسی طرح بکری گوشت کی طرف منہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گی۔ کائنات کی تمام مخلوق کے برعکس اللہ تعالیٰ نے آدم کو اختیار دے رکھا ہے کہ وہ جو چاہے وہ کرے یہاں تک کہ وہ خدا کے حکم کے خلاف بھی چل سکتا ہے اور اسی اختیار کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو نہیں روکا تھا۔ انسان کو خدا نے شعور دیا ہے جبکہ دیگر جانداروں میں یہ صفت نہیں ہے۔ اللہ نے آدم کو اچھے اور بُرے کی صلاحیت دے دی جبکہ باقی مخلوق میں ایسا نہیں ہے۔ بکری کو

جب بھوک لگتی ہے وہ نہیں دیکھتی کہ یہ اُس کے مالک کا کھیت ہے یا کسی اور کا، وہ اپنا پیٹ بھر لیتی ہے۔ شیر جب شکار کرتا ہے وہ نہیں دیکھتا کہ چھوٹا جانور ہے یا بڑا، وہ اپنی بھوک مٹانے کے لیے حملہ آور ہو جاتا ہے۔

حارث۔ جی ابو میں نے ایک دفعہ ٹیلی وژن میں دیکھا تھا کہ ایک بڑا سا شیر ہرن کے چھوٹے سے بچے کو پکڑ رہا تھا۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا تھا اِس لیے میں نے ٹیلی وژن ہی بند کر دیا تھا۔ لیکن ابو جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو بتایا کہ میں آدم کو بنا رہا ہوں تو انہوں نے اعتراض بھی تو کیا تھا۔ فرشتوں نے ایسا کیوں کیا۔

ابو۔ تم نے بالکل درست کہا ہے اور یہ قرآن مجید میں بھی ہے۔ فرشتوں کو اِس بات پر حیرت ہو رہی تھی کہ ایک ایسی مخلوق بنائی جا رہی ہے جس کے پاس خدا کے حکم اور قانون کے خلاف کام کرنے کی بھی صلاحیت ہوگی۔ اِس بنا پر انہوں نے کہا کہ ایسی مخلوق جس کے پاس اِس طرح کا اختیار ہوگا وہ تو فساد بھی پھیلا سکتی ہے کیونکہ فرشتے اور خدا کی باقی ساری مخلوق تو خدا کے حکم کے خلاف نہیں جا سکتیں۔ لیکن اللہ نے کہا جو میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے اور یہ بالکل درست ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ تو تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اور فرشتوں کو بھی اُسی نے پیدا کیا ہے لہذا فرشتے کیسے اللہ سے بہتر جان سکتے تھے۔

حارث۔ لیکن ابو جان بعد میں فرشتوں نے آدم کو سجدہ کیوں کیا تھا۔

ابو جان۔ اللہ تعالیٰ نے جب آدم کو پیدا کیا تو اُس میں یہ صلاحیت بھی رکھ دی کہ وہ علم حاصل کر سکے اور کائنات کی چیزوں کے نام جان سکے۔ آدم نے اللہ کی دی ہوئی اس صلاحیت سے فائدہ اُٹھایا اور اپنے اردگرد کی چیزوں کے نام جان لیے۔ فرشتوں میں یہ صلاحیت نہیں تھی اِس لیے وہ کائنات کی چیزوں کے بارے میں کچھ بھی نہ جانتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پوچھا کہ اِن چیزوں کے نام بتاؤ لیکن انہوں نے کہا کہ ہمیں تو معلوم نہیں، ہم کیسے بتا سکتے ہیں۔ اللہ نے آدم سے پوچھا تو آدم نے تمام چیزوں کے نام بتا دیے اِس پر فرشتوں سے اللہ تعالیٰ نے کہا کہ جو میں جانتا ہوں تم نہیں جان سکتے۔ اِسی برتری کی وجہ سے اللہ نے فرشتوں سے کہا کہ وہ آدم کے سامنے جھک جائیں تو سب نے آدم کو سجدہ کیا گویا اِس طرح کائنات کی تمام قوتیں انسان کے سامنے جھک گئیں جس کی طرف قرآنِ حکیم نے واضح طور پر کہا ہے کہ کائنات کی تمام چیزیں انسان کی دسترس میں ہیں۔ جب سب فرشتوں نے انسان کو سجدہ کیا اُس وقت ابلیس یعنی شیطان نے انکار کر دیا اور وہ اکڑ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا تو اب میرا نافرمان ہے۔ ابلیس نے یہ کہا کہ وہ آدم کی نسل کو بہکانے اور غلط رستے پر چلانے کی کوشش کرے گا۔ اللہ تعالیٰ نے کہا کہ میرے نیک لوگوں پر تیرا کوئی اثر نہیں ہوگا۔

حارث۔ ابو اور بتائیں اس کے بعد کیا ہوا۔

ابو جان۔ آدم اپنی بیوی کے ساتھ خوش و خرم رہ رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں کہا جہاں سے جو مرضی ہو کھائیں مگر ایک خاص درخت تھا اُس کے قریب نہ جائیں یعنی انہیں آپس میں اختلاف کرنے سے منع کیا۔ مگر ابلیس نے دونوں سے وہی کرایا جس سے اللہ نے روکا تھا۔ بعد میں انہیں احساس اور افسوس ہوا کہ انہوں نے ایسا کیوں کیا۔ دونوں نے اپنی غلطی کا

اعتراف کیا اور اللہ سے توبہ کی اور معافی مانگی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی توبہ کو قبول کرلیا۔ ہمیں بھی چاہیے جب بھی کوئی غلطی ہو تو اُس کو تسلیم کرلینا چاہیے اور فوراً توبہ کرنی چاہیے اور پھر دوبارہ ویسی غلطی نہیں کرنی چاہیے۔ اتنی دیر میں حارث کا دوست علی آ گیا اور وہ دونوں ساتھ ہی بنے پارک میں کھیلنے چلے گئے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

قرآن حکیم کے طالب علموں کے لیے خوشخبری

علامہ غلام احمد پرویزؒ کے سات سو سے زائد دروسِ قرآنی پر مبنی تفسیری سلسلہ کے تحت بزمِ طلوعِ اسلام لاہور کی طرف سے مندرجہ ذیل تفسیری کتب کی اشاعت الگ الگ جلدوں میں ہو چکی ہے۔ یہ جلدیں 20x30/8 کے بڑے سائز کے بہترین کاغذ پر خوبصورت طباعت اور مضبوط جلد بندی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ جن کی تفصیل درج ذیل ہے۔

نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ	نام کتاب	سورہ نمبر	صفحات	نیا ہدیہ
سورہ الفاتحہ	(1)	240	160/-	سورۃ النمل	(27)	280	225/-
سورہ الفاتحہ (سٹوڈنٹ ایڈیشن)	(1)	240	110/-	سورہ القصص	(28)	334	250/-
سورۃ البقرہ (اول)	(2)	500	350/-	سورہ عنکبوت	(29)	388	275/-
سورۃ البقرہ (دوم)	(2)	538	350/-	سورہ روم، لقمان، السجدہ	(30,31,32)	444	325/-
سورۃ البقرہ (سوم)	(2)	500	350/-	سورہ احزاب، سبا، فاطر	(33,34,35)	570	325/-
سورہ النحل	(16)	334	250/-	سورہ یٰسین	(36)	164	125/-
سورہ بنی اسرائیل	(17)	396	275/-	29واں پارہ (مکمل)	----	544	325/-
سورۃ الکہف و سورہ مریم	(18-19)	532	325/-	30واں پارہ (مکمل)	----	624	325/-
سورہ طٰہٰ	(20)	416	275/-				
سورۃ الانبیآء	(21)	336	225/-				
سورۃ الحج	(22)	380	275/-				
سورۃ المؤمنون	(23)	408	300/-				
سورۃ النور	(24)	264	200/-				
سورۃ الفرقان	(25)	389	275/-				
سورۃ الشعرآء	(26)	454	325/-				

ملنے کا پتہ: ادارہ طلوع اسلام (رجسٹرڈ)، 25/B، گلبرگ 2، لاہور فون نمبر: 4546 3571-42-92+

بزم ہائے طلوع اسلام اور تاجر حضرات کو ان ہدیوں پر تاجرانہ رعایت دی جائے گی۔ ڈاک خرچ اس کے علاوہ ہوگا۔

پاکستان میں

غلام احمد پرویز علیہ الرحمتہ

کا درس قرآن کریم مندرجہ ذیل منظور شدہ مقامات پر ہوتا ہے

نوٹ: نمائندگان محترم سے التماس ہے کہ ایڈریس یا اوقاتِ درس میں تبدیلی کی صورت میں ادارہ کو فی الفور مطلع فرمائیں۔

شہر	مقام	دن	وقت
اوکاڑہ	برمکان احمد علی، بیت الحمد 4-AB-180، شادمان کالونی، ایم۔اے جناح روڈ، نزد مبارک مسجد رابطہ میاں احمد علی: 0442-527325، موبائل: 0321-7082673	بروز جمعہ	3PM
پنج کسی	برمطب حکیم احمد دین۔ رابطہ ڈاکٹر محمد سلیم قمر تحصیل کبیروالا	بروز جمعہ	3PM
چوٹی زیریں	بردوکان لغاری برادرز، زرعی سروس، ڈیرہ غازی خان۔ رابطہ: ارشاد احمد لغاری۔ موبائل: 0331-8601520	ہر ماہ پہلا اتوار	12 بجے دن
چنیوٹ	W-11/9، گوجر چوک (گنبد والی کوٹھی) سیٹلائیٹ ٹاؤن۔ رابطہ: آفتاب عروج، فون: 047-6331440-6334433، موبائل نمبر: 0345-7961795	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
حیدرآباد (قاسم آباد)	محترم ایاز حسین انصاری، B-12، حیدرآباد ٹاؤن، فیز نمبر 2، قاسم آباد بالمقابل نسیم نگر آخری بس سٹاپ۔ رابطہ موبائل: 0336-3080355	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
راولپنڈی	فرسٹ فلور، کمرہ نمبر 114، فیضان پلازہ۔ کمیٹی چوک۔ رابطہ ملک محمد سلیم ایڈووکیٹ، موبائل: 0331-5035964	بروز جمعہ بروز اتوار	4PM 4PM
راولپنڈی	برمکان امجد محمود، مکان نمبر 14/A، گلی نمبر 4، راہِ طلوع اسلام، جنجوعہ ٹاؤن، اڈیالہ روڈ، نزد جراہی سٹاپ، راولپنڈی۔ رابطہ: رہائش: 051-5573299، موبائل: 0322-5081985	بروز اتوار	10AM
خان پور	بمقام مکان حبیب الرحمان، محلہ نظام آباد، وارڈ نمبر 9 خان پور، ضلع رحیم یار خان رابطہ: نمائندہ حبیب الرحمٰن۔ فون نمبر گھر: 068-5575696، دفتر: 068-5577839	بروز جمعہ	3PM
سیالکوٹ	معرفت کمپیوٹر سٹی، سٹی ہاؤس، سٹی سٹریٹ، شہاب پورہ روڈ، رابطہ: محمد حنیف، 03007158446۔ محمد طاہر بٹ، 0300-8611410۔ محمد آصف مغل 0333-8616286۔ سٹی ہاؤس 052-3256700	ہر دوسرے اتوار	5PM

سرگودھا	B-4، گلی نمبر 7، بلاک 21، نزد مکی مسجد چاندنی چوک، رابطہ۔ملک محمد اقبال۔فون:048-711233	بروز منگل	7PM
فیصل آباد	رحمان نور سینٹر، فرسٹ فلور، مین ڈگلس پورہ بازار، رابطہ: محمد عقیل حیدر، موبائل:0313-7645065	بروز جمعہ	4PM
مینگورہ، سوات	خالد پلازہ (حاجی شمس الحق)، نشاط چوک، مینگورہ، موبائل:0315-9317755،	بروز جمعہ	بعد نماز جمعہ
	برائے رابطہ: بخت امین، موبائل:0333-9499254		
فتح پور، سوات	فتح پور، سوات، رابطہ: خورشید انور، فون:0946600277، موبائل:0315-9317755	بروز اتوار	3PM
	محترم ظاہر شاہ خان آف علی گرام، سوات کا ڈیرہ۔موبائل:0346-9467559	ہر اتوار	9AM
کراچی	105 سی بریز پلازہ، شاہراہ فیصل۔رابطہ شفیق خالد، فون نمبر:0300-2487545	بروز اتوار	10AM
کراچی	A-446 کوہِ نور سنٹر، عبداللہ ہارون روڈ، رابطہ محمد اقبال۔فون:021-35892083، موبائل:0300-2275702	بروز اتوار	10AM
کراچی	ڈبل اسٹوری نمبر 16، گلشن مارکیٹ، کورنگی نمبر 5، ایریا 36/C، پوسٹ کوڈ 74900	بروز اتوار	2PM
	رابطہ: محمد سرور۔فون نمبرز:021-35031379-35046409، موبائل:0321-2272149		
کراچی	نالج اینڈ ویزڈم سنٹر، سلمان ٹاورز، آفس نمبر A-45، بالمقابل نادرا آفس، ملیر سٹی۔رابطہ: آصف جلیل	بروز اتوار	11AM
	فون:021-35421511، موبائل:0333-2121992، محمود الحسن۔فون:021-35407331		
کوئٹہ	صابر ہومیو فارمیسی توغی روڈ۔رابطہ ڈاکٹر غلام صابر، فون:081-2825736	بروز اتوار	4PM
گوجرانوالہ	شوکت نرسری، گل روڈ، سول لائنز۔رابطہ چوہدری تسنیم شوکت، موبائل:0345-6507011	بروز جمعہ	بعد نماز عصر
لاہور	B-25، گلبرگ 2، (نزد مین مارکیٹ، مسجد روڈ)۔رابطہ فون نمبر:042-35714546	بروز اتوار	10AM
لاہور	قرآنک ریسرچ سنٹر متصل لاہور میڈیکل اینڈ ڈینٹل کالج، ہربنس پورہ۔رابطہ: ہارون، 0322-4947258	بروز جمعہ	5:30PM
لاڑکانہ	برمکان اللہ بخش شیخ نزد قاسمیہ محلّہ جاڑل شاہ، رابطہ سکندر علی عباسی، فون:074-4042714	بروز جمعہ	بعد نماز مغرب
منڈی۔۔	رابطہ: خان محمد، (وڈیو کیسٹ) برمکان ماسٹر خان محمد گلی نمبر 1، محلّہ صوفی پورہ۔فون نمبر:0456-520969	بروز جمعہ	10 AM
بہاؤالدین	موبائل نمبر:0334-4907242		
نواں کلی، صوابی	رابطہ ہومیو ڈاکٹر ایم۔فاروق، محلّہ خدر خیل۔فون نمبر:	بروز اتوار	10 AM
صوابی	بمقام چارباغ، (حجرہ ریاض الامین صاحب)، (رابطہ: انچارج یوٹیلیٹی سٹورز، مردان روڈ، صوابی)	بروز اتوار	3 P.M
	فون نمبرز:(0938)310262, 250102, 250092		

غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کی جملہ تصانیف اور ماہنامہ طلوع اسلام کا تازہ شمارہ بھی انہی جگہوں پر دستیاب ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

خریدار حضرات خصوصی توجہ فرمائیں

جن خریدار حضرات کی زرِ شرکت ماہنامہ طلوع اسلام ختم ہو چکی ہے وہ برائے مہربانی جلد از جلد ادارہ کو ارسال فرمائیں۔شکریہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(یکے از مطبوعات ادارہ باغبان ایسوسی ایشن)

باغبان ایسوسی ایشن کا ماٹو ''قرآن فہمی اور باغبانی'' ہے۔

﴿بچوں کی شگفتہ اور شوخ شرارتیں﴾

☆ بچوں کے معصوم شرارتی تجسس سے متاثر ہوکر ان کو کچھ نادر جواہر پارے سنائے جاتے ہیں۔ جو ہم نے ''مسرت لغاری'' کی کتاب ''تیسری آنکھ'' سے حاصل کیے ہیں۔

♋ ''آپ کسی دوسرے کے رنگ میں رنگے گئے ہیں تو اس کا مطلب ہے آپ کا اپنا کوئی رنگ ہی نہ تھا۔''

♋ ''کوئی کام کل پر نہ ٹالیں آپ کم وقت میں زیادہ کام کر سکیں گے۔''

♋ ''وقت، دولت سے زیادہ قیمتی ہے۔''

♋ ''بے جا غصہ! احساس کمتری کی اولادِ نرینہ ہے۔''

♋ ''زور دلیل میں ہوتا ہے گونج گرج میں نہیں۔''

♋ ''جنگ! شکستِ دانش ہے۔''

♋ ''چالاکی دوسروں کے لئے کوئی نہیں کرتا۔''

♋ ''جھوٹ اور حسد ختم ہو جائیں تو دنیا امن گاہ بن جائے۔''

♋ ''آپ کسی کو اپنی مجبوری بنا لیتے ہیں تو ادائیگی آپ کو کرنا پڑے گی۔''

♋ ''جب انسان ''میری'' کو چھوڑ کر ''میں'' کی منزل پر آ گیا تو گویا قلندر بن گیا۔''

♋ ''نیکی کے جگنو بنو۔''

♋ ''مخلوقِ خدا سے خوف اور خوفِ خدا سے بے خوفی۔''

♋ ''بڑے دل و دماغ کے لوگ معمولی ماحول اور معمولی حالات سے سمجھوتہ نہیں کرتے۔''

آئندہ بچوں کے سوالات کے جوابات ہونگے۔

(شعبۂ نشر و اشاعت ادارہ باغبان ایسوسی ایشن، سنبل سیداں، نیو مری)

☆☆☆☆☆☆☆

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

ڈاکٹر انعام الحق، اسلام آباد

انتخاب لغات القرآن

☆ زندگی کی منزل سیڑھی اور اس کے زینے جیسی ہے۔ جو شخص اوپر چڑھنا چاہتا ہے سیڑھی اسے بلندی تک پہنچانے (درجات) کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ جو نیچے اترنا چاہتا ہے، وہی سیڑھی (درجات) اسے پستی کی طرف لے جانے کا موجب ہو جاتی ہے۔

☆ مرورِ زمانہ سے انسان کا جسم مضمحل ہوتا ہے۔ اس کی ذات **(Personality)** پر اس کا کچھ اثر نہیں پڑتا۔ اس لئے موت سے بھی اس کا کچھ نہیں بگڑتا۔

☆ جو شخص حق پر ہو وہ اگر اپنے مقام سے ذرا سا بھی ہٹ جائے تو وہ باطل پر پہنچ جاتا ہے۔

☆ **مٰلک یوم الدین** میں کسی انسان کو کسی دوسرے انسان پر کوئی غلبہ و اقتدار نہیں ہوگا۔ غلبہ و اقتدار صرف قانون خداوندی کا ہوگا جو انسان کے لئے سب سے بڑی آزادی ہے۔

☆ جب کسی بات پر علم و بصیرت کی رو سے غور کرنے کے بعد، یا اس کے عملی نتائج سامنے آ جانے کے بعد، ہم اس نتیجے پر پہنچ جائیں کہ وہ بات حق و صداقت پر مبنی ہے، تو اس سے سچا اطمینان حاصل ہو جاتا ہے۔ جھوٹا اطمینان اپنے آپ کو فریب دینے سے حاصل ہوتا ہے۔

☆ اس دنیا میں عزت و اقتدار، سرفرازی و سربلندی، شوکت و حشمت، دولت و قوت، حکومت و سطوت کی زندگی ایمان و اعمال صالحہ کا فطری نتیجہ ہے اور ذلت و خواری، محکومی و محتاجی کی زندگی خدا کا عذاب۔

☆ جب ہم اپنے آپ کو ''مجرم'' کہنا پسند نہیں کرتے، تو مذنب یا عاصی وغیرہ کیوں کہلوائیں؟ اگر ہم سے واقعی کوئی جرم صادر ہو گیا تو اس پر ہمیں ندامت ہونی چاہئے، نہ کہ اسے اپنے لئے نشانِ امتیاز یا پہچانے جانے کی علامت قرار دے دیا جائے۔

☆ ابتدائے اسلام میں صرف دین تھا۔ بعد میں جب مختلف ائمہ فکر و فقہ کی نسبتوں سے مختلف طریقے پیدا ہوئے تو دین کی جگہ مذہب (طریقہ) نے لے لی۔

☆ دنیا میں یہی ہو رہا ہے کہ طاقتور کا جانور پہلے پانی پیتا ہے اور اس سے اگر کچھ بچ جائے تو غریب کے جانور کی باری آتی ہے۔

☆ موجودہ نظامِ معیشت جس میں سرمایہ کے استعمال کے معاوضہ **(Unearned Income)** کو حلال و طیب سمجھا جاتا ہے قرآنی نظام کے خلاف اعلانِ جنگ ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

Mao Zedong and The Qur'an

By
G.A. Parwez
English Rendering By
Iqbal Muhammad &
Brig. Taimur Afzal Khan (Retd)

=====================

Mao has also said:

> "*Capitalism*[1] *or Colonialism*[2] *cannot sustain anymore, because it does evil things*".

Even this thought is against the Philosophy of Contradictions. According to this philosophy, it is not the principle of any system to sustain or to disappear just because the one that is doing constructive things will stay and the one that is busy in destructive things, would vanish. Meanwhile, the Rule of Contradictions is busy in its pursuits. The Philosophy of Contradictions says that a system comes into existence and simultaneously, its opposite appears. Obviously, there is a clash between the two. After some time, the secondary (opposite!) system triumphs and becomes the primary one. And this struggle continues endlessly. Because of this (struggle), neither a system comes into being, nor does any other system come to its rescue just because it had done some good things. And it does not perish because it had done something bad.

A system might be of any type, it has to go into oblivion when its turn comes. History neither looks at the blind forces of the Law of Contradictions, nor does it care for bad or good things. It has to erase one of them and has to create its opposite. No matter how much a man may wish that a good system may not perish, he cannot stop this from happening. Forces, that bring changes, do not care for the benefits or losses of man. He is like a helpless part of a machine forced to exist according to whatever system prevailed.

---

[1] An economic system in which the means of production and distribution are privately or corporately owned

[2] The policy or practice of acquiring full or partial political control over another country, occupying it with settlers, and exploiting it economically

This is a brief explanation of Mao's Law of Contradictions. Whatever critical analysis has been given is not just to criticize – this was rather imperative, in order to understand in comparison, the Qur'anic Philosophy of Life.

The Qur'anic Philosophy of Life

The philosophy of universe as ordained in the Qur'an moves to some extent side by side, with the philosophy of dialectics. But the weaknesses inherent in the philosophy of dialectics are not part of the Qur'anic thought. And where the Philosophy of Dialectics stops, Qur'anic concept picks the thread and takes the man forward.

In the following sections, Qur'anic concept would be described, in brief, according to the following chapters:

1) The Style of Qur'anic Comprehension
2) The Creation of Universe
3) The Creation of Human Being
4) The Struggles of Human Life
5) The Law of Contradictions
6) What is Constant in Universe?
7) Permanent Values
8) The Struggle between Truth and Falsehood
9) Commensurability in Contradictions
10) The Concept of Knowledge

1. The Style of Qur'anic Comprehension

One of the several styles of Qur'anic comprehension is that it brings the opposite of a thing or ideology and explains it. For example

And the blind and the seeing are not alike

Nor are the depths of darkness and the Light

Nor are the (chilly) shade and the (genial) heat of the sun

Nor are alike those that are living and those that are dead

In yet another instance, God cautions (35-19-22):

God can make any that He wills to hear; but you cannot make those to hear who are (buried) in graves.

In continuation to these ideologies and concepts, he brings infidelity in comparison to belief; faithlessness to admonition; falsehood to truth; etc. and derives meanings of his choice.

As we have seen earlier, Mao Zedong says (after giving such pointless examples) that if one of these opposing things is absent, the other cannot exist. The Qur'an, however, explains these opposing things from the perspective of their meanings and purposes. It does not do so to prove that these opposing things are in fact, struggling against each other. This concept was in fact, given by *Paganists*. The Qur'an has called itself (29/23):

A book whose message is integrated right from the beginning upto the end

Though there is no contradiction in it, even then it brings opposing ideas into limelight. As for conflict and clash, these will be discussed later.

The Qur'an considers conflict of things in nature as signs of God: For example, (2/164):

Behold! in the creation of the heavens and the earth; in the alternation of the night and the day; in the sailing of the ships through the ocean for the benefit of mankind; in the rain that He sends from the skies, and the life that He gives therewith to an earth that is dead; in the beasts of all kinds that He scatters through the earth; in the change of the winds, and the clouds that they trail like their slaves between the sky and the earth;- (Here) indeed are Signs for a people that are wise.

And then God says (30/22):

The creation of earth and skies and the difference in colors and languages are also signs of God

Inspite of differences of races and colors, God wants to make all the human beings as one nation, based on a common ideology. To Him, this is the Unity of Opposites - homogeneity in diversity.

2. The Creation of Universe

Qur'anic philosophy about the Creation of universe is that God did not create it wholly, in one go; rather He did it through a pre-planned system of evolution. Let it be clarified that according to Arabic and God Himself, one is the activity of Nature and the other, the activity of things. Nature means to create something out of nothing while Khalq means creation of new things by changing the proportions and balance of various elements (already in existence). This word is generally

used in this sense though sometimes, it can be used in the perspective of Nature as well. God does not explain the interplay of Nature and what and how it does. This is because that coming into being from nothing is a question far beyond human mind to comprehend, however, God speaks in (somewhat) detail about the process of Creation (32/5):

God decides about the scheme of the creation of a thing in the infinite heights above. Then He starts its creation at the lowest stratum of earth. From this point, the thing gradually goes up so that it may reach its target as planned. It passes through these different stages in days.

About the quantum of a day, God has said (70/40):

Each day, according to our system, is spanned over thousands of years - in some cases, even 50,000 years.

In yet another place, it is said (87/2-3):

God is the one who starts the creation of all the things in universe, in order and proportion.

He then separates shortages and excesses and brings them to a particular equilibrium. Then He decides their destiny and guides them to reach there. God has spoken of the system of evolution in these words (10/4):

God is the one who starts the creation of everything.

He then takes it through different steps. For example, God has said of the system of evolution of earth and heavenly bodies:

1. *All these bodies were in the form of a Nebulae and then disintegrated* (21/30)
2. *This Nebula was in the form of gas (41/11)*
3. *The earth separated from this Nebula like a stone thrown by a catapult* (79/30)
4. *He then passed all these heavenly bodies through six stages* (10/3)
5. *After separation from the Nebula, earth was passed through two stages, enabling it to sustain life* (41/9)
6. *Life started from wa*ter (21/31)

And this way, gradually living things were created, i.e. creeping animals, animals walking on two legs and those walking on four legs.

During this entire process, Godly Evolution[3] played its role. While passing through these various stages, it stops *but* for a while, at a particular point. After that, it moves ahead towards its next destination. The Qur'an has called these various stages '*abodes*' (11/6), i.e. *a temporary stopover*. After that the next destination to which that particular thing is given but, as a trust. After reaching its new destination, that particular thing becomes something entirely different and is referred to as *Nishatul Aakhirata*, i.e. its second life. Surah 'Ankabbot' has it (29/20):

Ask them roam around in the world and see how God creates a particular thing and how He transforms it into another shape. All this happens according to specific measures that He has set for the things in universe and on which He has complete control.

This 'change' occurs in everything all the times (55/26):

All the things of universe have changing outlook all the time (and need Divine Evolution).

Because of this, a certain thing transforms into another thing after due process of evolution.

This way, there are always new things coming into being in the universe (35/1):

He keeps on bringing changes into various things according to His Rules.

According to (poet) Ghalib:

Nature is not yet done with beautification of the self

The self is constantly in view – as in mirror - under veil

About all these changes in the creations, God has even said that this way, the whole system of universe slowly but certainly, will be transformed into something else (14/48):

One day the earth will be changed to a different earth, and so will be the heavens.

This is because (17/99):

It is He who has the power to create the like of them (anew)

---

[3] Evolution means to provide necessary pre-requisites for a thing right from its point of origin to its completion

As the system of universe is not eternal - not that there was no beginning to it - likewise, it is not eternal that it will have no end (13/2):

This whole system (of universe) is running according to a pre-determined time-frame.

If anything of all these things, which is under the external influence, looses the potential to go forward, it would stop to make progress. In that case, such things either disappear or continue revolving around the same place; the way a mango tree would come from mango seed. This is called Repetition or ***Reproduction***[4], not Evolution.

3. The Creation of Man

Like any other element, Man is also an integral part of the universe. Therefore, it also passes through different stages of production, though to some extent. According to Qur'an (32/7):

The beginning of human being was from inorganic matter.

There is no life in such a matter. But when water is added to it, life takes its shape (21/30):

All the living things owe their lives to water, from the mixture of soil and water.

The very first life cell that came into existence was without sex. It means life started through Unicellular process. Qur'an has called it "Single Life" (4/1):

God created you from a single cell (being!).

This Cell of Life split into two sister cells. And this way, the difference of male and female came into existence (4/1):

And this way, (God) created a couple (pair) out of one cell.

The Qur'an has used the word "Zoj" for the pair. This means a pair that remains incomplete in the absence of one element, i.e., inspite of being the opposite of each other, each one is the cause of completion of the other one. To put it plainly, each one is complementary to the other one. Such pairs are not only found in living beings but also in other organisms, for example, in plants (43/12):

---

[4] The natural process among organisms by which new individuals are generated and the species perpetuated

And Who made all the pairs (of everything).

How do different things in the universe interact or copulate, is a question outside the scope of present discussion. As for the creation of man, we know that like other animals, the creation of a human child takes place in women's womb; due to copulation of man and women. Like all other animals, this child also passes through various stages of completion in the womb. According to the Qur'an (23/13):

Then We made him a drop of water and put in a strong serenity.

God explains it further (23/14):

After the conception, the germ takes a leech-like shape. Then it transforms into a lump of flesh. Then a skeleton of bones appears, and on it, comes flesh.

Till this point, all the siblings of men and animals pass through similar process. But, after this comes the point of distinction that in fact is the point of difference between the Theory of Evolution and the Qur'anic viewpoint; and from here, start different approaches to life. The Qur'an says (23/14):

And then We make it a new creation.

Here, the question arises as to what is so special that makes a man different from an animal – a new creation (with something special)? Qur'an says (32/9):

And God puts a bit of His Energy into it.

It is the Divine Energy due to which man becomes distinctly different from other creatures. Of all the creatures, inclusion of (Godly) Energy is only the privilege of man. The same is reflected in human personality, generally called "I"[5]. This may also be called the *inner-self* of a human being. To put it simply, "*I-am-ness*" in fact, transforms an animal into a human being. This very feeling may also be called *self-consciousness*[6]. And it is because of this that man is made responsible for all of his intentions, his decisions, and accountable to his actions. It is also because of this that man is called 'you[7]'.

---

[5] Its indefinite form is 'to be'

[6] Aware of oneself as an individual or of one's own being, actions, or thoughts

[7] Second person, singular

The Holy Qur'an has described it in a very comprehensive and superb manner. While speaking of the various stages that a man has passed through God addresses him in Third Person - he. After when the infusion of Divine Energy is done to him, God suddenly starts addressing him from Third Person (singular!) to Second Person (singular!) when saying (32/9):

And then God bestowed upon you the qualities of hearing, seeing, and feeling. Little is the thanks you give!

This way, man is enabled to be called 'you'. This is the point when the difference between material concept of life and the Qur'anic ideology of creation becomes clearly visible, from where both the thoughts move on totally different paths. From purely the perspective of material thought of life, man is merely made up of its physical being. Like other animals, man is born the same way, it grows and when according to physical laws, its body stops functioning, it dies; reaching his end. On the contrary, the Qur'an says that after the removal of soul from his body, man transforms into a new man. Then something appears in him that is neither created by physical laws nor does it end up with the termination of his physical life - which (thing) remains alive even after his death and moves forward by travelling yet more road miles. God says (71/14):

While He has created you in (different) stages[8].

Of all these stages, each of the new stage is higher (in esteem) than the previous one. And this system does not end there (84/19):

(O man!) You will keep on moving in prestige with each passing mile stone.

Death causes the physical end of your life, not yours (34/7):

You rather enter a new life.

Death is just a test so as to know the capability that you might have developed to go ahead (67/2):

Who has created death and life, that He may test you which of you is best in deed? And He is the All-Mighty, the Oft-Forgiving

Death and life have been created with the sole purpose to test the extent to which man can manage beauty and equilibrium through his doings.

---

[8] i.e., first Zygote (a fertilized egg that has only just started developing and is not yet an embryo); then fetus (lump of flesh), and finally, morsel of flesh

Do you realize that when human body transforms back into iron and stone, how could it have another life? You are mistaken. You body consists of all these elements. "You" were not because of these things. Your physical disintegration does not mean that an end has come onto you. In fact, you don't perish (17/50-51):

Say (O Muhammad) "Be you stones or iron, or some created thing that is yet greater (or harder) in your breasts (thoughts to be resurrected, even then you shall be resurrected)"

It does not make any difference. You have become such a new creation that does not come under the purview of physical laws.

We have seen that the Theory of Dialectical Materialism states that a lifeless material has reached the highest level of humanity by passing through the process of evolution. After this, instead of evolution, there would be reversal. Man will convert into the same substances that originally caused the process of his evolution. On the contrary, the Qur'an says that there could be no looking back in the process of evolution. The stream of life, that once has moved ahead, will not go back. It is said even to the extent that those deprived of proper growth of their brains, would say at the time of death (23/99-100):

O You who gives growth! Turn the life cycle back so that the chances that I missed earlier, are available to me. Then I will perform such deeds that will lead to the proper growth of my capabilities.

In response to this, it will be said, NO, this cannot happen. Life does not go back. In the process of evolution, there is no going back: there is either *going ahead*[9] or staying at a point.

You might have seen that there is a point where not only the Philosophy of Contradictions stops but its entire edifice of evolution collapses; and the Qur'an takes us far ahead of that.

4. The Struggle of Human Life

The way a human child does not have its physical faculties in developed form likewise, man's '*being*' also keeps on growing. Whether it is his physical growth or mental advancement, it occurs because of the collision of contradictions. This '*collision*' of human body occurs in the form of decaying of old cells and the

---

[9] According to the Qur'an, 'going ahead' means the life in Paradise and staying at a point, is Hell. This process of evolution perpetuates even in the life in Paradise

appearance of new cells. Life, health, disease, death, etc. all are manifestations of the struggle between various contradictions in human body.

Now a question arises as to what are those elements of contradiction that cause the growth of human faculties. This question merits special attention.

As there are certain rules for the growth of human body, likewise there are rules for the growth of his faculties. Rules regulating the growth of human body are called Laws of Nature while those that govern the growth of his faculties are called ***Permanent Values***[10]. Like the Laws of Nature, permanent values are also everlasting and universal. These will be discussed in detail, but later on. For the time being, example of just one fundamental value is given.

The nourishment of human body occurs through all those things that a human being consumes for example, eating and drinking. Therefore, each and every human being tries his best to collect as much food and drinks for himself as possible. Human mind guides him how to satisfy his urge for such things through different means. Moreover, his mind provides justification for doing so. As against this, it is the demand of human growth and social justice to work hard and whatever is in excess of his needs, is given to others for their wellbeing. This way, there is a struggle between his physical needs and his spiritual compulsions. God has spoken of this struggle in the story of Adam in a dramatic manner while narrating "Satan and Adam's Embroilment". Satan is the spokesperson for those feelings of human being that are means to his physical needs and desires. In the words of Qur'an, Satan and Adam have not only appeared at the same time, God has also given Satan time to confront man till the Day of Judgment (7/15):

(Iblees) said: "Allow me respite till the Day they are raised up (Day of Resurrection!)". God said, "Yes, you are given (all the) time".

Therefore, the struggle of contradictions is intrinsic to human beings and shall perpetuate till the end – in the life of an individual as also in his societal[11] life. Because of this confrontation and contradictions in his physical desires and spiritual compulsions, there occurs the development of human faculties. This increases his strength - the more strength it gains, the more the physical urges subside. And that is why Satan was ensured (by God), "No matter how much you

---

[10] Things of enduring usefulness

[11] In case of societal life, in the form of these two groups, one of which makes its personal gains as the basic objective of life while the second group that considers human welfare as the supreme objective of life.

struggle, those who would obey My Injunctions would never be subdued by you" (15/42):

Certainly, you shall have no authority over My slaves.

Let it be clarified that according to Qur'an, even Satan will not see his end and would ultimately bow before the powers of man. That is why the Qur'an has devised certain pre-determined principles for the onward march of evolution and its stoppage as given in (7/8-9):

Those having greater strength of constructive powers will be successful. But those having lighter scale will bear the consequences.

That is, it is not necessary that those, whose scale has no evils, will go ahead triumphantly. Only those would be able to go forward whose scale of capabilities would be heavier; having conquered the destructive powers. Here the standard of life and evolution is the comparative heaviness of scale.

The idea of Abstinence [self-denial], i.e. the destruction of satanic forces, is the hypocrisy of Coenobitism[12]. This is not the truth; rather the truth is what the Qur'an ordains. Without the danger of conflict, life that is like flowing water, would become a standing puddle. The warmth in our lives is because of this conflict. According to *Allama* Iqbal:

This is that two-way system of contradictions that functions within a man. One contradiction is within his inner-self while the other is in his physical and personal needs and desires. Let it be clarified that the Qur'an does not argue for the destruction of physical needs of man. Not at all! On the contrary, the Qur'anic teachings consider body's upkeep essential. All that the Qur'an says is that when there is a conflict between man's physical needs and his spiritual compulsions, the needs of his inner self should prevail. This is because it is in line with the interest of better and forward march of man.

By now, you might have seen that even here how the Qur'anic Philosophy takes us ahead of Dialectical Materialism.

5. The Law of Contradictions

The Law of Contradictions and Conflict is the creation of God and an integral part of His scheme. He could have created man free of contradictions and conflicts,

[12] The action of/motivation for becoming a member of a religious order living in a monastery or convent

treading a particular path. However, in his infinite Wisdom, God did not do so and instead all the human beings would have been made to adopt a righteous way of life. God had no such scheme (10/99):

Had He be willing, He would have created all the human beings as True Believers [Momins]

However, He had some different scheme for man and created him by bestowing full authority and decision-making power in him; so that he could have the discretion to choose any way of life for himself (18/29):

And say: "The truth is from your Creator." Then whosoever wills, let him believe, and whosoever wills, let him disbelieve.

The right to choose and the intention are the two fundamental traits that keep the human being distinct and superior to animals. And these are the very reasons that make a man accountable for his deeds and misdeeds. Because of these two characteristics, a change occurs in his inner self. This happens in case of individuals as well as of nations. In this regard, there is a clear decision of God (13/11):

Verily! God will not change the condition of a people unless they change their state to goodness for themselves.

The type of change that may occur in a nation (i.e. in its psyché), would be similar to the change[13] in its external world. Such are the changes that bring a flicker of life in dead nations and likewise, cause death to living nations (6/95):

He brings forth the living from the dead and is the Bringer forth of the dead from the living

Same is the reason because of which a nation loses its grandeur and pride and another nation takes its place. In Sura 'Tauba', God has explicitly said that if you do not face the destructive forces with full vigor, then (9/39):

If you march not forth, He will punish you with a painful torment and will replace you by another people, and you cannot harm Him at all.

Obviously other people would not be similar to the ones replaced. That is why the new nation takes the place of the old one and that is why, it has been said (in the Qur'an) that the new nation that replaces you (47/38):

---

[13] Eimaan [belief] is what brings a real change in the psyche of a man

Will not be like you

Only those nations perish whose scale of constructive capabilities becomes lighter and therefore, another being [creature] takes its place. These are the eternal laws of nature causing the rise and fall of nations.

Set aside a nation, Qur'an has gone to the extent that if the entire human race degrades to such an extent that it would no more deserve to exist, it will be wiped out from the surface of the earth and instead, some other being will take its place (35/16):

If He will, He could destroy you, and bring a new creation instead.

When the scale of a nation (to exist) becomes lighter, and is removed from the surface of the earth, is the end of that nation. And it does not take God even a second to do so (7/34):

And for every people there is a term, and when their term ends, they cannot stay along even for a single moment, nor can they get ahead of it.

And all this does not happen on its own - it rather happens according to the predetermined 'Laws of God' (13/38):

For each promise, there is writing.

The blind forces of "Historical Necessity" are not the forces of the "Law of Contradiction" that make a nation superior. After when God has dealt with a people (by sending them to the dustbin of history), He sends another people to take its place. Remember that the outgoing nation may not have any fault and may not have committed any crime, nor was anything special about in incoming nation. These are just the Rules of Nature that cause these changes, substitutions, and replacements.

According to the Qur'anic Philosophy, people own power and superiority by virtue of their personal traits. So long as it has those traits, it will survive. But when there is reduction in such qualities, another people take its place.

Have you observed the difference between the Law of Contradictions and the Qur'anic Philosophy? And how it appeals man's knowledge and insight?

6. What is "Constant" in the Universe?

According to Dialectical Materialism, it is acknowledged that:

1) there is nothing in the Universe that is outside of matter;

2) there is a mechanism of contradictions in every material thing;

3) it is because of this that changes occur in material things; and finally

4) there is no permanence for anything in the Universe

As said earlier, the proponents of Dialectical Materialism also acknowledge that the Law of Contradictions is, by its very nature, Absolute Truth, Immutable, and Eternal. It has neither been created by someone, nor is it the creation of human mind; it is rather an Objective Reality.

As against this, the Qur'anic Philosophy says that such a reality is not just one, rather so many. These rules can be divided into two sections. One section comprises Laws of Nature according to which the Universe is active. The other section deals with those Rules/Laws according to which, man should live so that along with his physical being, his personality, his inner self, also flourishes. Laws of Nature are intrinsic to everything and all of them are obliged[14] to obey them.

Rules governing human life have been explained in the Qur'an. These rules when appear ideologically, are called "God's Words". But when these rules appear practically, they are called "Tradition of God". Whether God's words or His Tradition, all are eternal: nothing in the universe, including man has the authority to bring any change in them. Even God, the Creator of these Rules and Traditions, does not bring any change in them. He Himself has substantiated this argument by saying (6/115):

And no one can alter the Words of God.

At yet another occasion is said (33/62):

Such has been the way of God in case of *those who passed away before. And you will never find a change in the Way of God.*

Sadly, those, who were presented these Qur'anic realities, said that this is just poetry (52/30):

Or they say, "He is a poet, we are waiting for the calamity of the time coming on him".

[14] Things in the universe have not been given the authority to disobey those rules

They say that they were waiting for the time when it will be wiped out and change will occur and all of this would become history. They were told that it is not poetry because poetry is below the dignity of a revolutionary. These are rather the ultimate Rules. Therefore 52/31):

Await then! I too *am with you among those who are waiting.*

And see whether these are eternal truths or the fantasy of a poet. Therein lies the Rule of Obliteration and Eternity, according to which things disappear and come into being (13/39):

God wipes out what He wills and establishes what He wills.

In Ayat 13/39, it is said:

And with Him is the source of all *commandments*

These Rules have been given because (8/42):

He who had already perished through a clear Sign might perish, and he who had already come to life through a clear Sign might live.

Here it is neither manipulation nor things happen just accidentally; everything rather happens according to pre-determined rules and regulations.

7. Permanent Values

All those rules that concern human life are called Permanent Values. If human society is formed according to these vales, then all the physical needs of all the people would be fulfilled without any worries, besides the nourishment of their mental capabilities. Such a dual objective cannot be achieved without these values. The list of these values, although very long, but it would suffice to deal with just a few fundamental values. For example:

1) Every child deserves equal respect just because he is the child of a human being (17/70)

2) The Criteria for determining the status of a person depend on his personal qualities and character, not his personal relationship (to anyone) (46/19)

3) Only that person deserves the maximum of respect who performs his duties in the best possible manner (49/13)

4) The basic pillars of society are justice[15] and beneficence[16] (Ihsaan!): to compensate for any loss (16/90) without even expecting ‘thankfulness’ (76/9)

5) Giving all that is left after the fulfillment of one’s legitimate needs (2/219). Rather to prefer others needs over one’s own needs (59/9)

6) No one would bear the burden of anyone else (53/39):

7) Those having the capacity to work, shall not get anything without doing work (53/40)

8) All the means of livelihood would remain open and available to everyone uniformly; there would be no question of personal control (55/10, 41/10)

9) It shall be the duty of the society to fulfill the needs of each and every person (6/151)

10) No one shall have the right to rule over others (3/78): only Divine Rules would prevail (5/44)

11) Anything done by a man, even a flicker of thought passing in his mind, shall have its impact (40/19). Each such thought has a direct impact on his self
   a) Based on all such thoughts, his future course is determined
   b) If the scale of his constructive endeavors is heavier, his future would be pleasant
   c) If the scale is lighter, there is destruction for him
   d) There is no concession for anyone from these Godly Rules

Such Rules or Permanent Values are called ***Absolute Truth***[17]. And this is *the* Reality. Any ideology or thought in contradiction to these values is deceitful.

---

[15] Ensuring each ones rights as far as possible

[16] There should be no reduction in one’s due

[17] In philosophy, universalism is a doctrine claiming that universal fact can be discovered and is understood as being in opposition to relativism. In certain religions, Universality is the quality ascribed to an entity whose existence is consistent throughout the universe.

Truth creates constructive results and helps in human evolution. Deceit creates destructive results and impedes the march of humanity. Capitalism, Priesthood, Brahmanism, and Mullaism are the pillars of deception. There has been a struggle between truth and falsehood right from the outset. And this struggle would perpetuate as has been abundantly explained by human history.

7. Permanent Values

All those rules that concern human life are called Permanent Values. If human society is formed according to these vales, then all the physical needs of all the people would be fulfilled without any worries, besides the nourishment of their mental capabilities. Such a dual objective cannot be achieved without these values. The list of these values, although very long, but it would suffice to deal with just a few fundamental values. For example:

1) Every child deserves equal respect just because he is the child of a human being (17/70)
2) The Criteria for determining the status of a person depend on his personal qualities and character, not his personal relationship (to anyone) (46/19)
3) Only that person deserves the maximum of respect who performs his duties in the best possible manner (49/13)
4) The basic pillars of society are justice[18] and beneficence[19] (Ihsaan!): to compensate for any loss (16/90) without even expecting ‘thankfulness’ (76/9)
5) Giving all that is left after the fulfillment of one’s legitimate needs (2/219). Rather to prefer others needs over one’s own needs (59/9)
6) No one would bear the burden of anyone else (53/39):
7) Those having the capacity to work, shall not get anything without doing work (53/40)
8) All the means of livelihood would remain open and available to everyone uniformly; there would be no question of personal control (55/10, 41/10)
9) It shall be the duty of the society to fulfill the needs of each and every person (6/151)
10) No one shall have the right to rule over others (3/78): only Divine Rules would prevail (5/44)

[18] Ensuring each ones rights as far as possible

[19] There should be no reduction in one’s due

11) Anything done by a man, even a flicker of thought passing in his mind, shall have its impact (40/19). Each such thought has a direct impact on his self
   e) Based on all such thoughts, his future course is determined
   f) If the scale of his constructive endeavors is heavier, his future would be pleasant
   g) If the scale is lighter, there is destruction for him
   h) There is no concession for anyone from these Godly Rules

Such Rules or Permanent Values are called ***Absolute Truth***[20]. And this is *the* Reality. Any ideology or thought in contradiction to these values is deceitful.

Truth creates constructive results and helps in human evolution. Deceit creates destructive results and impedes the march of humanity. Capitalism, Priesthood, Brahmanism, and Mullaism are the pillars of deception. There has been a struggle between truth and falsehood right from the outset. And this struggle would perpetuate as has been abundantly explained by human history.

8. The Struggle between Truth and Falsehood

We are now entering again an era where there is a fundamental difference between the philosophy of Dialectical Materialism and the Qur'anic Thought. According to Dialectical Materialism, no thought, no sect (cult!) and no ideology is correct or wrong. Each ideology and each thing has two opposing elements imbedded into it. Both of these elements are in perpetual fight (against each other); and one or the other triumphs. When the later triumphs, again, an opposing element appears. This way, the struggle perpetuates. Marx calls it "Historical Necessity" while according to the blind rule of the Law of Contradictions as proposed by Mao Zedong, it is an automatic process.

As against this, the Qur'anic thought is:

1) This struggle remains between Truth (constructive forces) and Falsehood (destructive powers)
2) In this struggle, truth ultimately prevails. This way, the system of Universe reaches a particular milestone, a destination, and moves ahead. At the new destination, Falsehood once again confronts the Truth. This way, the struggle between the two starts once again and truth triumphs, once again. This process keeps on moving ahead and after each destination, the Universe improves.

---

[20] In philosophy, universalism is a doctrine claiming that universal fact can be discovered and is understood as being in opposition to relativism. In certain religions, Universality is the quality ascribed to an entity whose existence is consistent throughout the universe

3) This struggle and the triumph of Truth perpetuates according to a scheme that God has devised for the Universe. If man stands up in favor of Truth, then this Phase will pass very fast. If not, then this journey will be travelled according to the speed about which God has said, "*Even a single day of God is equal to our one thousand, nay fifty thousand years*".
4) The inner-self of those who stand up for Truth, prospers in this world and hereinafter. And that is how man passes through different evolutionary goalposts. Let's see how Qur'an describes it:
   i) *This system of Universe has not been created for the fun of it; this has rather been created for constructive purposes* (44/38-39):
   ii) *There is continuous struggle between truth and falsehood. In this struggle, truth ultimately prevails* (21/18):
   iii) *Self-seekers struggle to ensure the triumph of falsehood* (18/56):
   iv) *But those who favor truth come to confront the falsehood* (8/8):
   v) *Even if humans would not stand for the sake of truth (against falsehood), even then truth will ultimately triumph; though it may take a lot of* time (42/24):

   This point needs further clarification. One way of human performance (Amal!) is that after believing in the truth of a Rule, man acts accordingly. This way the journey of truthfulness passes quickly; and results of such actions become proof to the truth of such a Rule.

   The other method is that man does not believe in any rule or formula and would rather travel according to his own judgment, based on "Trial and Error". In this process, human mind adopts a certain sect. After experimentation for hundreds of years, the approach proves to be wrong. Then he gives up that one and adopts another approach. After hundreds of years of experimentation, he reaches the ultimate truth. In general, it is called "needs of time". To reach the truth, this is the speed wherein "one day is equal to a thousand years". Now it is upto the discretion of man: (i) if he starts his journey by resorting to Truth, and thus avoid dangerous journeys, and move forward with lightning speed; or (ii) by using his brain and wits and thus keep on struggling to reach the destination but in hundreds or thousands of years.

   According to the former approach, truth triumphs over falsehood in just one go. According to the latter, it triumphs, but in hundreds (or thousands) of years. This may however not be concurred that truth would triumph *just like that*. Truth means a system based on truth. This system would be applicable in human world and the human

hand would give it a shape. One group of persons would develop it while another would oppose it. If the group, that favors it, is physically weaker than its adversary, even then it will triumph[21].

vi) The basic criteria to see where is the truth (13/17:
Only that ideology, sect, and system can sustain that benefits the whole humanity.
Those with vested interests try to sabotage this principle, but the scheme of God makes it a success (9/32):

They desire to extinguish the light of God with their mouths; but God will permit nothing except that He will perfect His light, though disbelievers may dislike it.

It is *the* philosophy of life that will ultimately prevail over all the systems based on falsehood (9/33):
It is He Who sent His Messenger with guidance and the religion of truth, that He may make it prevail over every other *religion, even though the idolaters may dislike* it.
From the perspective of struggle between truth and falsehood, there can be two groups of human beings: one that wants truth to prevail – called a group of believers – and the other that desires falsehood to triumph – called the group of non-believers. There has always been a struggle between the two. There are also people who claim to be with truth, while in fact, they want to stick to falsehood. Such people are called hypocrites. According to Qur'an, such people are the worst beings, i.e. worse than the non-believers.

(To be Continued)

============================

[21] Qur'an compares this weakness with *one versus two*; and finally with *one versus ten*

SATISFIED CONSUMER ---
PROSPEROUS SOCIETY

By

Shahid Mahmood Butt

Assistant Director Legal,Provincial Consumer Protection Council, Punjab,

Email: sila.law@gmail.com

======================

Human beings formulate a society. Everyone loves to live in a peaceful, calm, flourishing and prosperous society. History transpires; human race always depended on each other for necessities of life and day to day work and that dependence led to formulation of a society.

Every individual adopts some profession for his livelihood. Either he renders some kind of services or part of profession, rendering services (e.g. medical, engineering, legal, educational, architectural, transportation, cargo, courier, public utilities etc. etc.), or adopts occupations like agriculture, trade, industrial and manufacturing businesses for the provision of all kinds of products from soap to clothing, from needle to airplanes, from eatables to electronics and other household items or any kind of products. In this scenario all human beings are "CONSUMERS" who avail different kind of services or use products in their daily life.

In a society, every person has rights and corresponding to those rights liabilities and obligations are imposed on others. Now, as a matter of fact if all human beings carry out their liabilities and duties in smooth and lawful manner according to norms and laws laid down by the society then this world will become a heaven. On the other, when people desires to avail their rights at the best but dose not carry out their duties accordingly or work in negligent manner then they causes chaos for their fellow people which results in a fidgety society.

In the world, those societies are considered to be ideal ones where consumer rights are given preference and protection in true sense. In 1985, United Nations Organization approved resolution No. 39/248 recognizing eight basic rights of consumers which are as under;

1- Right of protection.
2- Right of representation.
3- Right of Compensation.
4- Right of information.
5- Right of healthy environment.
6- Right to choose.
7- Right to basic necessities.
8- Right of education.

Pakistan, being a member state of the UNO, adopted the said resolution. The sphere of the consumer protection being a provincial subject fell to the domain of Provincial Government. Hence, Punjab Government has taken a landmark welfare oriented step for the protection and promotion of consumer rights and interests by enacting Punjab Consumer Protection Act, 2005 and enforcing it in true letter and spirit. As a first step, Consumer Courts and District Consumer Protection Councils have been established in the province to deliver justice to the consumers at their door step. Under the said Act "Authority" has also been vested in the District Coordination Officer of every District to enforce the Act and provide remedy to the public at large against defective products and faulty services.

In this regard, following setup has been working for the true implementation of Punjab Consumer Protection Act (PCPA), 2005 to provide free of cost and speedy justice to general public by resolving their grievances against defective products and faulty services;

1- Directorate of the Provincial Consumer Protection Council, Punjab, 135-J, Model Town, Lahore

2- Consumer Courts

3- District Consumer Protection Councils

4- Authority (DCO of each district of the Province).

It is advisable to Consumers to observe following canons to protect their rights:

1- Always check manufacturing and expiry dates of the products. (Section-11, PCPA, 2005).
2- At all times makes it a habit to read ingredients / component parts of the product. (Section-11, PCPA, 2005).
3- To insist on rate list / price catalogue of goods, from manufacturer / trader. (Section-18, PCPA, 2005).
4- Always insist on and get receipt of goods purchased. (Section-19, PCPA, 2005).
5- In case of hiring services, it's the right of consumer to ask for the capabilities or qualifications of the provider of the service along with the quality of the products he intends to use for provision of the service. (Section-16, PCPA, 2005).

If any service provider or manufacturer / trader do not fulfill above narrated consumer's rights, Authority (DCO), on receipt of complaint, has power to fine him up to fifty thousand rupees (Rs-50000/-).

On the other hand, if a consumer suffered with some damage caused by a product or service, he has right to claim damages / compensation. For this purpose following simple steps have been devised for the convenience of public at large;

1- First of all, serve a fifteen days legal notice, on plain paper, to the provider of faulty services or defective products as the case may be. Stating therein that he will redress the damage suffered by consumer due to faulty service or defective product and consequently pays damages to the consumer within fifteen days of receipt of legal notice. Otherwise the consumer can file a claim for damages in the Consumer Court in this regard. (Section-28, PCPA, 2005).
2- The legal notice to be served through registered post or courier service and keep receipt of it along with photocopy of the legal notice with you for further proceedings if needed.
3- If matter do not resolve through legal notice and grievance exists then consumer can file a claim for damages in the Consumer Court along with photocopies of national identity card, legal notice, receipt of registered post or courier service regarding legal notice, any receipt / document regarding product / service. (Section-25, PCPA, 2005).

4- The claim can be filed by the consumer himself or through a lawyer. In case of hiring lawyer it is advisable to attach certificate of lawyer's fee along with claim so it can also be awarded back at the time of decision of claim in favor of consumer.
5- According to the section-30 (5) of the Punjab Consumer Protection Act, 2005, "The Consumer Court shall decide the claim within six months after the service of summons on the respondent".
6- According to section 23 (2) of the PCPA, 2005, the Authority (DCO) may file a claim before the Consumer Court for declaring a product defective or a service as faulty without proof of any damage actually suffered by a consumer but likely to be suffered.

Any consumer / person can contact any of the District Consumer Protection Council or Provincial Consumer protection Council for guidance and assistance in consumer related matters.

References from the Holy Quran regarding consumer protection:

1- O you who believe! When you deal with each other, in transactions involving future obligations in a fixed period of time, reduce them to writing. Let a scribe write down faithfully as between the parties: let not the scribe refuse to write: as Allah has taught him, so let him write. Let him who incurs the liability dictate, but let him fear His Lord Allah, and not diminish any of what he owes. If the party liable is mentally deficient, or weak, or unable himself to dictate, let his guardian dictate faithfully. And get two witnesses, out of your own men, and if there are not two men, then a man and two women, such as you choose, for witnesses, so that if one of them errs, the other can remind her. The witnesses should not refuse when they are called on (for evidence). Disdain not to reduce to writing (your contract) for a future period, whether it be small or big: it is juster in the sight of Allah, more suitable as evidence, and more convenient to prevent doubts among yourselves. But if it be a transaction which you carry out on the spot among yourselves, there is no blame on you if you reduce it not to writing. But take witnesses whenever you make a commercial contract; and let neither scribe nor witness suffer harm. If you do (such harm), it would be wickedness in you. So fear Allah; for it is Allah that teaches you. And Allah is well acquainted with all things.

(Surah 2 - Al Baqarah THE HEIFER, 282)

2- And come not near to the orphan's property, except to improve it, until he attain the age of full strength; give measure and weight with (full) justice;- no burden do We place on any soul, but that which it can bear;- whenever you speak, speak justly, even if a near relative is concerned; and fulfil the Covenant of Allah: thus does He command you, that you may remember.

(Surah 6 - Al An'am
THE CATTLE, 152)

3- "And O my people! give just measure and weight, nor withhold from the people the things that are their due: commit not evil in the land with intent to do mischief.

(Surah 11 - Hud
THE PROPHET HUD, 85)

4- Give full measure when you measure, and weigh with a balance that is straight: that is the most fitting and the most advantageous in the final determination.

(Surah 17 - Al Isra'
THE NIGHT JOURNEY, 35)

5- And the Firmament has He raised high, and He has set up the Balance (of Justice), In order that you may not transgress (due) balance. So establish weight with justice and fall not short in the balance.

(Surah 55 - Al Rahman
THE MOST GRACIOUS, 7, 8, 9)

6- Woe to those that deal in fraud,- Those who, when they have to receive by measure from men, exact full measure, But when they have to give by measure or weight to men, give less than due.

(Surah 83 - Al Mutaffifin
THE DEALERS IN FRAUD, 1, 2, 3)

===========================